ذبح عظیم

مجموعۂ مجالس

زیب النساء حیدر وکیل بنت حسن علی سیوجی لعلجی فغاںؔ

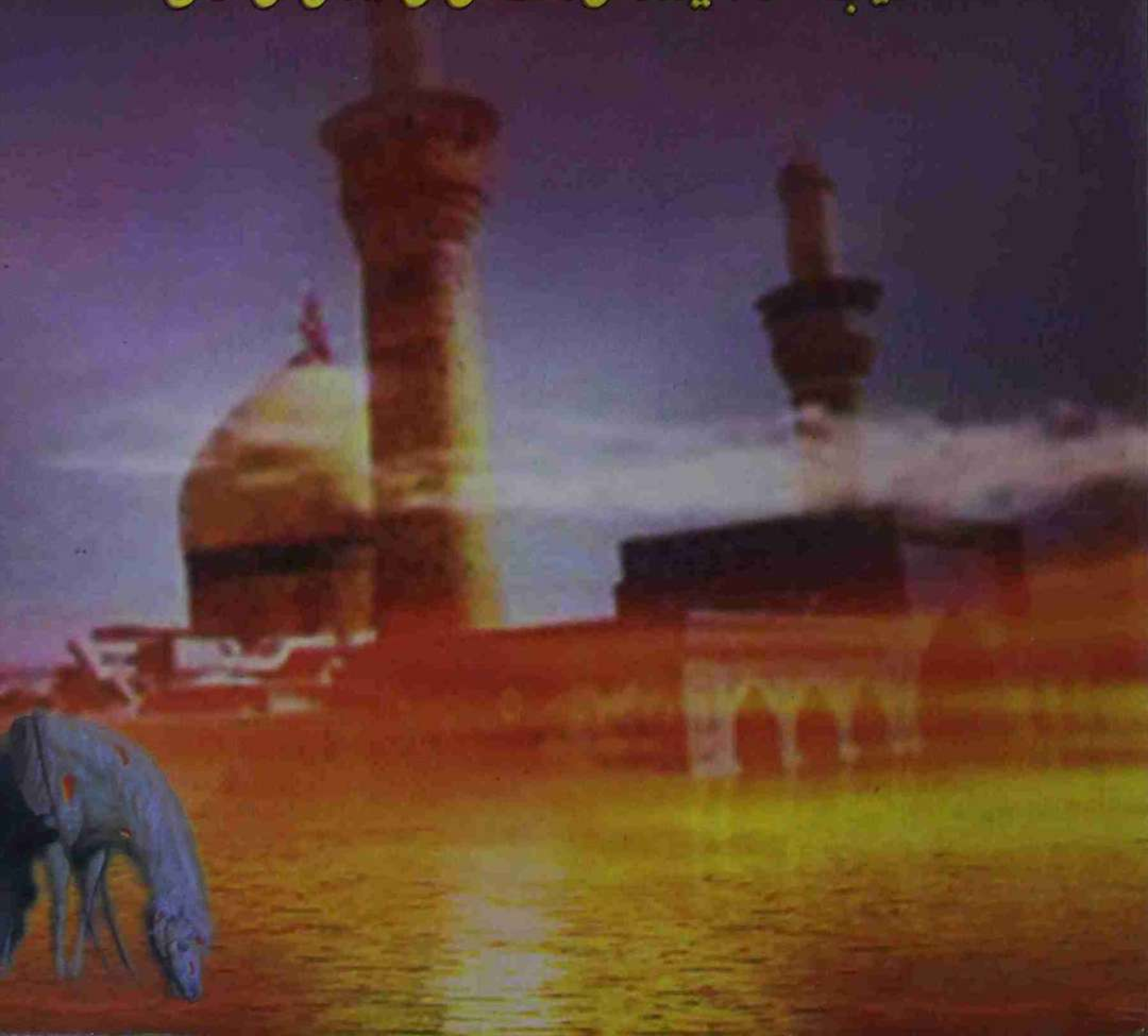

24-25 81

26-27

28-29

92-93

94-95

116

ذبحِ عظیم

(مجموعۂ مجالس)

ذاکرہ

زیب النساء حیدر وکیلؔ بنت حسن علی سیوجی لعلجی فغاںؔ
(زیبا حیدرآبادی)

☆

نام کتاب ذبح عظیم (مجموعۂ مجالس)

ذاکرہ زیب النساء حیدر وکیل

کمپوزنگ عبیداللہ

مطبع محراب پریس کراچی

اشاعت اول جون ۲۰۰۵ء

☆

اَلسَّلَامُ عَلَى الْحُسَيْنِ
وَعَلٰى عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ
وَعَلٰى اَوْلَادِ الْحُسَيْنِ
وَعَلٰى اَصْحَابِ الْحُسَيْنِ

تیری سرکار میں ہم اور کیا نذرانہ دیں مولا
یہی دو چار آنسو ہیں کمائی زندگی بھر کی

یہ کتاب ذاکرۂ اہلبیتؑ زیب النساء حیدر وکیل کی ان مجالس کا مجموعہ ہے جو انہوں نے مختلف مقامات پر پڑھی ہیں۔ ان مجالس کو ان کی تمنا کے مطابق کتابی شکل میں شائع کیا گیا ہے۔ امید ہے کہ آپ کو یہ کتاب پسند آئے گی البتہ تقریر کو تحریر کے انداز میں پیش کرتے وقت کہیں کہیں جملہ بندی میں ربط کی کمی محسوس ہو تو اسے نظر انداز فرمائیں۔

ہم اس کتاب کو کربلا کی ان شیر دل خواتین کے نام سے منسوب کر رہے ہیں جنہوں نے اپنی گود کے پالوں کو دین اسلام کی بقا کے لئے سرزمین کربلا پر ۱۰ ارمحرم ۶۱ھ کو قربان کر دیا۔

ہمارا سلام ان بیبیوں پر جن کی گود میں پلے ہوئے معصوم بچے کوفہ اور شام کی راہوں میں ناقوں سے گر کر وہیں رہ گئے۔ اس معصوم سکینہؑ پر جو اپنے باپ کو یاد کرتے کرتے شام کے قید خانے میں ابدی نیند سوگئی۔ بس! خاتون جنت، وہ ماں جس نے حسینؑ کو چکیاں پیس پیس کر پالا تھا ہمارے اس قلیل نذرانے کو قبول فرمائیں۔

ہم ــــ سلطان کربلا حضرت امام حسینؑ، قمر بنی ہاشم حضرت عباس علمدارؑ، ہمشکل پیمبر حضرت علی اکبرؑ، فرزندان زینبؑ عونؑ و محمدؑ، مادر قاسم ام فروہ، مادر علی اصغرؑ جناب رباب اور زنجیروں میں جکڑے ہوئے سید الساجدین امام زین العابدینؑ اور تمام شہدائے کربلا اور اسیران کربلا کی خدمت میں آنسوؤں کا نذرانہ پیش کر رہے ہیں۔ اس کے علاوہ ہمارے پاس کوئی پونجی نہیں ہے۔ زہے نصیب جو مولا اسے قبول فرمائیں۔

گر قبول افتد زہے عز و شرف

حقیر

منور سلیل

پہلی مجلس

اَعُوذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیطٰنِ الرَّجِیمِ ○ بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیمِ ○
اَلحَمدُلِلّٰہِ رَبِّ العَالَمِینَ. بَارِئُ الخَلَائِقِ اَجمَعِینَ.
وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی اَشرَفِ الاَنبِیَاءِ وَالمُرسَلِینَ
خَاتَمَ النَّبِیِّینَ رَحمَۃٍ لِّلعَالَمِینَ اَبِی القَاسِمِ مُحَمَّدٍ.
وَعَلٰی وَزِیرِہٖ وَوَصِیِّہٖ اَمِیرِالمُؤمِنِینَ اِمَامَ المُتَّقِینَ
یَعسُوبَ الدِّینَ اِمَامَ المَشَارِقِ المَغَارِبِ عَلِیَّ بنَ اَبِی طَالِبٍ.
وَعَلٰی اَہلِبَیتِہِ الطَّیِّبِینَ الطَّاہِرِینَ المَعصُومِینَ وَصَحبِہِ المُنتَجِبِینَ.

کچھ علمدارانِ حق سر دے کے ایمان لے گئے
کچھ اسیران ہوس نیزوں پہ قرآن لے گئے
ہائے کیا گل چین ملے تھے گلشن اسلام کو
گل چنے ایسے گلستان کا گلستان لے گئے

فغان وابستہ سرورؔ

یوں ہی کب روشن کیا ہم نے چراغ پنجتن
آرزو گہوارۂ توحید میں برسوں پلی
کیا بتائیں کیوں بنائی ہم نے ساری کائنات
وجہِ تخلیق دوعالم ہیں محمدؐ اور علیؑ

فغان وابستہ سرورؔ

یا ایتھا النفس المطمئنۃO ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیۃO فادخلی فی عبادیO وادخلی جنتیO اے اطمینان پانے والی جان! اپنے پروردگار کی طرف لوٹ چل۔ تو اس سے راضی وہ تجھ سے راضی۔ تو میرے خاص بندوں میں شامل ہوجا اور میری جنت میں داخل ہوجا۔ صلوٰۃ

خدائے لم یزل لا یزال رطب اللسان ہے شان معصومینؑ میں کہ اے نفسِ مطمئنہ ہماری طرف لوٹ آ، اس حال میں کہ ہم تجھ سے راضی ہیں اور تو ہم سے راضی ہے۔ پس میرے خاص بندوں میں شامل ہوجا اور میری جنت میں داخل ہوجا۔

ظاہر ہے کہ انسان جو اللہ کی خوشنودی کا متلاشی ہے اللہ کے تقاضوں کے آگے اپنی جبین نیاز جھکائے ہوئے یہ سوچنے پر مجبور ہوجاتا ہے کہ پالنے والے نے اپنی رضا کو کس شان سے ظاہر کیا ہے۔

اپنے بندے کی بندگی سے سرشار ہوکر آواز دے رہا ہے۔ معبود کا عجیب تقاضہ ہے۔ معبود کا عجیب انداز ہے۔ معبود کا انعام ہے۔ عجیب رضا ہے۔ اپنے بندے کے عمل سے راضی ہوکر سرشار ہوکر آواز دے رہا ہے۔ یاایتھا النفس المطمئنۃO اے مطمئن نفس! یعنی جو اطمینان کی منزل پر ہو۔ ارجعی الی ربک. اپنے پروردگار کی طرف رجوع کر۔ اپنے کو پالنے والے کی طرف لوٹا دے۔ راضیۃً مرضیۃًO ہم تجھ سے راضی اور تو ہم سے راضی۔ یعنی اس حال میں کہ تیرا نفس ہماری رضا کی منزل پر مطمئن ہو اور اپنی

خوشی سے ہماری بارگاہ اقدس میں لوٹ آئے۔ وادخلی عبادی.
ہمارے خاص بندوں میں شامل ہوجا اور ہماری جنت میں چلا آ۔
وادخلی جنتی○

ظاہر ہے کہ معبود اپنے بندے کی شان رضا کو ظاہر کررہا ہے اور وہ بندہ بھی اس منزل پر نظر آرہا جہاں مشیت سرشار ہورہی ہے۔ اپنے بندے کے اطمینان قلب کا قصیدہ پڑھ رہی ہے۔

قدرت جس شان سے نثار ہورہی ہے وہ بتا رہی ہے کہ بندے نے بھی اللہ کی خوشنودی کے لئے، اللہ کی رضا کے لئے، اللہ کی نظر میں سما جانے کے لئے، وہ کارہائے نمایاں انجام دیئے ہیں کہ خالق یہ آواز دینے کو تیار ہے کہ اے نفس مطمئنہ ہماری طرف آجا۔

وہ کونسا بندہ ہے؟ وہ کونسا مذہب ہے؟ وہ کونسا دین ہے؟ جس میں ایسا بندہ عمل کر کے دکھا رہا ہے؟ وہ کس کا جانشین ہے؟ کس کا رہبر ہے؟ جس پر قدرت نثار ہورہی ہے۔

کیا وہ دنیا کا مذہب ہے یا اللہ کا؟ کیا وہ دنیا کے مذہب کے لئے عمل کر رہا تھا یا اللہ کے مذہب کے لئے؟ کیا وہ دنیا کا بنایا ہوا رہبر تھا یا اللہ کا بنایا ہوا تھا؟

ظاہر ہے دنیا کا بنایا ہوا مذہب ہوگا تو اللہ کی بارگاہ سے اس کی رضا کی سند حاصل نہیں کرسکے گا کیونکہ دنیاوی عمل کی سند دنیا والوں سے ملتی ہے۔ جو سند اللہ کی بارگاہ سے ملتی ہے وہ اللہ کی راہوں میں فنا ہوکر ملتی ہے۔

جس کو خالق کائنات نوازتا ہے، جس پر خالق کائنات کی نظر رحمت ہوتی ہے۔ اس کے کردار قرآن کی آغوش میں پروان چڑھتے ہیں اور ذکر قرآن پر نقش چھوڑ جاتے ہیں جو قیامت تک نہیں مٹائے جاسکتے۔ اللہ کی راہ یعنی اللہ کے دین پر جو فنا ہوگیا اس کا قصیدہ پڑھنے کو خود معبود تیار ہے۔

روشن دلیل ہے۔ ختمی مرتبت سرکار دوعالمؐ کی چالیس سال کی زندگی کا عمل جس پر دنیا والے سرشار ہوکر امین کا لقب دیتے ہیں اور یہی لقب پانے والا مبعوث برسالت ہوا۔ قرآن کا نزول ہوا۔ سرکار دوعالمؐ کے عمل پر دنیا والوں نے انہیں امین کے لقب سے نوازا۔ وہاں رسالت کی منزل ظاہر ہوئی۔ قرآن کی آیت گواہ بن کر اتری۔ آیتوں پر آیتیں آتی رہیں۔ رسول خداؐ لوگوں کو وہ آیتیں سناتے رہے۔ پیغامات آتے رہے حضور اکرمؐ پہنچاتے رہے۔ احکام نازل ہوتے رہے اور حضور اکرمؐ لوگوں کو عمل پر آمادہ کرتے رہے۔ یہاں تک کہ تبلیغ کا سلسلہ غدیر خم کے میدان میں مکمل ہوا۔

خدا کا نبیؐ خدا کا رسولؐ۔ اس دنیائے فانی سے عالم بقا کی طرف منتقل ہوئے۔ وصال رسالتؐ ہوئی۔ آج بھی قرآن ہمارے درمیان موجود ہے۔ رسول اکرمؐ کے کردار کا مظہر بن کر یہ قرآن سارے عالم پر چھایا ہوا ہے۔

قیامت تک یہ قرآن ساری دنیا کے سارے لوگوں کو درس دیتا رہے گا۔ بلکہ قیامت میں بھی گواہی دے گا کہ کس نے راہ حق کو

اختیار کیا تھا اور کس نے راہ حق سے انحراف کیا تھا۔

اب ہمیں یہ سمجھنے میں دِقت نہیں ہونی چاہئے کہ اللہ کا دین کیا ہے۔ اللہ کے دین کے راستے کیا ہیں۔ اللہ کے دین کے کردار کیا ہیں۔ اللہ کے قرآن کو غور سے پڑھیں تو یہ کتاب آسانی سے سمجھ میں آجاتی ہے۔ اللہ کی حجت سارے قرآن پاک پر چھائی ہوئی ہے۔ ان الدین عند اللّٰہ الاسلامO بے شک دین تو اللہ کے نزدیک صرف اور صرف اسلام ہی ہے۔ ذالک الکتاب لاریب فیہO اور قرآن وہ کتاب ہے جس کا آغاز ہی یہ ہے کہ ”یہ وہ کتاب ہے جس میں کچھ شک نہیں۔“

یعنی جس مذہب کے راستے، جس مذہب کے کردار، جس مذہب کے حدود اور قیود، اللہ کے دین سے وابستہ ہیں جو اللہ کے نزدیک بہترین دین ہے جس کو قبولیت کا درجہ دے کر اسلام کے نام سے تسلیم کرتے ہیں۔ وہی اللہ کی بارگاہ میں سرخرو ہوسکتے ہیں۔ وہی اللہ کی رضا کو پاسکتے ہیں۔ وہی اللہ کی خوشنودی کو حاصل کرسکتے ہیں۔

آج ہم اور آپ یہ تسلیم کرتے ہیں کہ اسلام ہمارا دین ہے اور ہم اللہ کے اس دین یعنی اسلام کے پابند ہیں۔

ظاہر ہے کہ اس دین کے کچھ طور طریقے ہوں گے، کچھ انداز ہوں گے، کچھ تقاضے ہوں گے، جن کو دیکھ کر دوسرے مذاہب کے لوگ جو اسلام سے دور ہیں اسلام قبول کرنا پسند کریں گے۔ یہ انسان ہے۔ اس کا تعلق دین اسلام سے وابستہ ہے۔ یہ مسلمان

ہے۔ ان کے کردار کو دیکھئے۔ ان کے طریقوں کو دیکھئے۔ ان کے اخلاق کو دیکھئے۔ ان کی عبادت کو دیکھئے۔ ان کے سلوک کو دیکھئے۔ ان کی تہذیب کو دیکھئے۔ ان کے لباس کو دیکھئے۔ ان کے لب و لہجے کو دیکھئے۔ اسلام پر چلنے والا سب سے پہلے ایک دوسرے کے لئے سلامتی کی دعا مانگتا ہے۔

جس محفل میں، جس جگہ ایک دوسرے سے ملاقات ہوتی ہے یا ملنے کا اتفاق ہوتا ہے تو سلامتی کی دعا کے ساتھ ہوتا ہے۔ حکم خالق ہے کہ جب ایک دوسرے سے ملو تو آپس میں سلام کرو یہاں تک کہ سلام کا جواب دینا واجب۔ ایسا عمل سوائے اسلام کے کسی دوسرے مذہب میں نظر نہیں آتا۔ یعنی اسلام کی ابتدا اسلام کے کردار کو ظاہر کرتی ہے۔ مسلمان سراپا اسلام نظر آتا ہے۔ اس کو دین اسلام کا دعویٰ کرنے کا حق ہے۔

خداوندعالم نے بندے کو شرک سے پاک کرنے کے لئے کلمۂ توحید لاالٰہ پڑھوایا۔ اس کے ساتھ ایمان کو فرض کردیا۔ قلب کی گہرائیوں سے اللہ کی وحدانیت کا اقرار کرو۔ جب زبان سے کلمۂ توحید ادا ہو تو بہشت کے دروازے کھل جاتے ہیں۔ اس میں داخل ہونے کے لئے ہر گناہ سے دور رہو۔ قرآن آواز دے گا: یا ایھا الذین آمنوا... اے ایمان والو!

اسلام کے کردار اور اسلام کے احکام پر غور کریں تو معلوم ہوگا کہ کردار اسلام میں ڈوب کر ہی ایمان کی منزل مل سکتی ہے۔ اللہ

نے خلوص کو جانچنے کے لئے روزے فرض کئے۔ دین کی قوت کے لئے حج کو فرض کیا۔ اسلام کی شوکت کے لئے جہاد فرض کیا۔ عوام کے فائدے کے لئے امر بالمعروف کو فرض کیا۔ برائیوں سے بچنے کے لئے نہی عن المنکر کو فرض کیا۔ سخاوت کی منزل کو پانے کے لئے زکوٰۃ اور خمس کو فرض کیا۔ عقل کو محفوظ رکھنے کے لئے شراب کو حرام کیا۔ پاک دامنی کے لئے چوری سے منع کیا۔ امت کا انتظام درست رکھنے کے لئے امانت کو فرض کیا۔ عظمت کو محفوظ رکھنے کے لئے اطاعت کو فرض کیا۔ منزل حق میں تقویٰ کو فرض کیا۔ مکمل اصولوں کا مکمل نچوڑ تھا جو پہلے نماز کو فرض کیا۔ کلمۂ توحید پڑھا اسلام کو قبول کیا۔ نماز کو ادا کیا۔ تکبر والی منزل کو بندگی میں سمو دیا۔

یعنی جو کوئی نماز کا پابند ہو جائے گا تو مکمل اصول کا پابند ہو جائے گا۔ جو نماز کا پابند ہو گیا اس کا خلوص نکھر گیا۔ جو نماز کا پابند ہو گیا اس میں طہارت کی شان بھی آئی۔ جو نماز کا پابند ہو گیا وہ غیبت سے دور ہو گیا۔ جو نماز کا پابند ہو گیا اس نے فرض ادا کیا۔ بشرطیہ اس کا اعتقاد پختہ ہو، اس کا ایمان کامل ہو۔ چونکہ خالق کائنات نے نماز کو دین کا ستون قرار دیا ہے۔ سرکار رسالتمآبؐ فرماتے ہیں:

الصلوةُ معراج المومن فان قُبلت قُبل ما سواها وان رُدت رُد ما سواها. یعنی نماز مومن کی معراج ہے۔ جس کی نماز بارگاہ الٰہی میں قبول ہو گی اسکے باقی اعمال بھی قبول ہو جائیں گے اور جس کی نماز رَد ہو جائے گی اسکے باقی اعمال بھی رد ہو جائیں گے۔

خداوند عالم نے نماز کی اہمیت کو نماز کے کردار میں ڈھال کر پیش کردیا تاکہ انسان اپنی ہستی کو پہچان لے اور تکبر سے پرہیز کرے۔ وہ اپنی بندگی کا اعتراف کرے اور جان لے کہ اسی مٹی سے پیدا ہوا ہے اور اسے اسی مٹی میں مل جانا ہے۔ جب اسے ایک دن حاضری کے لئے اس مٹی سے اٹھایا جائے گا تو وہ کردار یعنی نماز گواہی دے گی کہ اللہ نے اس پر جو فرض کیا تھا وہ اس بندے نے اللہ کی خوشنودی کے لئے ادا کیا تھا۔ تب یہ بندہ اللہ کی بارگاہ میں سرخرو ہوجائے گا۔ کیونکہ خدا کو چھوڑ کر غیر خدا کو سجدہ کرنا شرک ہے۔

حریم تیرا خودی غیر کی معاذاللہ
دوبارہ زندہ نہ کر کاروبار لات و منات
یہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدوں سے دیتا ہے آدمی کو نجات

میری بہنو! اسلام کا قبول کرلینا آسان ہے۔ زبان سے کلمۂ حق ادا کرلینا آسان ہے۔ مگر جنت کے دروازے کھلوانا ہرگز آسان نہیں۔ اسلام جب کردارِ حق میں ڈھل جاتا ہے، جب ایمان کی منزل مل جاتی ہے، جب اللہ کی رضا حاصل ہوجاتی ہے تب آدمی مومن کہلاتا ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ کی منزل کو پانے کے لئے اسلام کافی ہے مگر وہ جو حقیقی اسلام ہو۔ چونکہ ظاہری اسلام اور حقیقی اسلام میں فرق ہے۔ ظاہری اسلام صرف کلمہ پڑھتا ہوا نظر آیا جبکہ

حقیقی اسلام کلمۂ حق کے ساتھ بلند ہوتا نظر آیا۔ اسلام اور ایمان میں فرق ہے۔ اسلام کے لئے چند امور کی تکمیل کی ضرورت ہے۔ ایمان کے لئے فضل الٰہی کی ضرورت ہے۔ اسلام میں ایمان داخل نہیں بلکہ ایمان میں اسلام داخل ہے۔ اس لئے ائمہ معصومین کا ارشاد ہے کہ اسلام کی منزل کو سمجھو اور اسلام کے کردار پر عمل کرو تو تمہیں ایمان کی منزل مل جائے گی۔ جب ایمان کی منزل حاصل ہوجائے تو تقویٰ کی پابندی کرو۔ جب تقویٰ کی منزل ملے گی تو ایمان کا نور جلوہ گر ہوگا۔ جب قلب میں ایمان کا جلوہ ہوگا تو انسان مومن کہلائے گا۔ جب مومن کی منزل پر فائز ہوگا تو قدرت سرشار ہوکر حدیث قدسی میں آواز دے گی کہ میں کائنات کی وسعتوں میں نہیں سماتا مگر میرا گھر مومن کے دل میں ہے۔

ائمہ معصومین سامنے آئیں گے اور کہیں گے کہ ہمیں دیکھو کہ ہم خدا کے مظہر ہیں۔ ہمارے شیعو! ہمارے دوستو! ہمارے دامن پر داغ نہ بنو۔ ہمیں اللہ کے سوا درجہ مطلقہ سے الگ کرکے جو چاہو نسبت دو۔ کیونکہ تم اس شے کی کُنہ تک نہیں پہنچ سکتے جو ہم میں موجود ہے۔ اللہ کی ذات کو ہم پہچانتے ہیں۔ وہ تمہاری عقل سے بہت دور ہے۔ وراء الوراء ہے۔ تمہارے اطمینان کے لئے ہماری نشانیاں کافی ہیں۔ ہم خدا نہیں بلکہ خدا کی آیت ہیں۔ اس کی نشانی ہیں۔ ہمارے جیسے کردار میں ڈھلنے کی کوشش کرو۔ ہمارے گھرانے میں اسلام پروان چڑھا۔ (ہماری کنیزیں ہمارے ماحول میں اس

طرح ڈھلیں کہ جب ان کے ہاتھ دعا کے لئے اٹھتے تو شرف قبولیت پاتے۔ اِدھر قدرت انتظام کرنے کو تیار اور اُدھر خدا کا رسولؐ تناول طعام کرکے دعا دیتا ہوا چلا)۔ صلوٰۃ

ان کرداروں کو دیکھ کر سمجھ میں آ جاتا ہے کہ اللہ کے دین کا عقیدہ اللہ کی طرف متوجہ کرسکتا ہے۔ اس کی عظمت کے آگے سر ڈال سکتا ہے۔ اس کی بارگاہ میں سجدہ کرسکتا ہے۔ حق راہ میں جھکا ہوا سر بلند ہوجاتا ہے۔ لیکن مالک حقیقی کے بارگاہ میں آؤ اور سر بسجود ہوجاؤ چونکہ حکم خدا کا ہے۔

حدیث قدسی میں خالق کائنات کا ارشاد ہے: اے میرے بندے میں نے تجھ کو تین چیزوں پر مشتمل کیا ہے۔ ایک میرے لئے۔ ایک تیرے لئے۔ اور ایک میرے اور تیرے درمیان ہے۔

جو میرے لئے ہے وہ تیری روح ہے جو میری ہی دی ہوئی امانت ہے۔ گویا میری امانت کی نگرانی کرنا تیرا فرض ہے۔ چونکہ تو نے میری امانت کو واپس کرنا ہے اس لئے جب تیری روح میرے پاس لوٹ کر واپس آئے تو تیری شکایت لے کر نہ آئے بلکہ تیرا قصیدہ پڑھتی ہوئی آئے۔

اور جو تیرے لئے ہے وہ تیرا عمل ہے۔ گویا ہم نے روح دے کر تیری رگ رگ کو عمل کرنے کے قابل بنا دیا ہے۔ ہم نے تجھے عقل دی ہے، شعور دیا ہے اور اختیار بھی دیا ہے۔ **انا ھدیناہ السبیل اما شاکراً و اما کفوراًO** ہم نے تجھے اپنے راستے کی

ہدایت کردی ہے اب چاہے تو تم شکر گزار بنو چاہے تو ناشکراپن دکھاؤ۔ لہٰذا اب بندے کے سامنے دو راستے ہیں ایک نیکی اور شکرگزاری کا اور دوسرا بدی اور ناشکرے پن کا اس کی مرضی ہے اور اس کا اختیار ہے کہ جس راستے پر چاہے قدم بڑھا دے۔ ایک کا عوض جنت ہے، نیک جزا ہے۔ دوسرے کا عوض جہنم ہے ہمارا عذاب ہے۔ اے میرے بندے! تیرے اختیار میں ہے کہ تو اپنے عمل کو جنت کے قابل بنالے یا جہنم کے۔ علامہ اقبالؔ کہتے ہیں:

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی
یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے

اور جو تیرے میرے درمیان ہے وہ تیری دعائیں ہیں۔ میں تیری دعاؤں کو سننے اور قبول کرنے والا ہوں۔ مگر یاد رکھ! ہماری بارگاہ میں قبولیت دعا کے لئے ہمارے بتائے ہوئے وسیلے کے ذریعے آ۔ اگر تو نے ہمارے غیر کے آگے دست سوال پھیلا دیا تو سمجھ لے کہ تو نے اپنی آخرت بگاڑلی اور اللہ کی نظروں میں اپنی عزت گنوادی اور تو اللہ کے راستے سے بھٹک گیا۔

خدا کا دین وہی کردار پیش کرتا ہے۔ اطیعوا اللّٰہ واطیعوا الرسول و اولی الامر منکم. یعنی اطاعت کرو اللہ کی، اطاعت کرو رسولؐ کی اور صاحبان امر کی۔

معصومین کا ارشاد ہے کہ اپنی حاجت کو چار آدمیوں میں سے کسی ایک کے آگے پیش کرو۔ (۱) شریف النفس کے آگے

(۲) وجیهاً عنداللہ کے آگے (۳) حامل قرآن کے آگے
(۴) سخی سردار کے آگے۔

یاد رکھئے! مانگنے والے کا ہاتھ ہمیشہ نیچے ہوتا ہے اور دینے والے کا اوپر۔ یہ اسلام کی تعلیم ہے کہ انسان کے ساتھ اس کی معرفت کے لحاظ سے سلوک کرو۔ غور کریں! عبد و معبود کا تقاضہ کیا ہوگا۔ غور کریں! وہ ہاتھ جو مہر نبوت کی شان لئے ہوئے ہے اور وہ حق کو بلند کر کے بتا رہا ہے کہ دیکھو حق اِدھر ہے۔ دنیا نے دیکھا، کعبہ کے درو دیوار نے دیکھا، خدا کا حبیبؐ اعلان کر رہا ہے، جاء الحق و زھق الباطل ان الباطل کان زھوقاO دیکھو حق آیا اور باطل مٹ گیا اور باطل تو ہے ہی مٹنے کے لئے۔ خوشا حال! اے علیؑ! کہ تم کار حق کر رہے ہو اور میں بار حق اٹھائے ہوئے ہوں۔ دیکھا دنیا والوں نے فتح مکہ کے بعد رسول اکرمؐ خانۂ کعبہ میں آئے اور علیؑ کو دوش مبارک پر سوار کیا کہ بتوں کو توڑ گرائیں۔ کعبے کو بتوں سے پاک کرنے والے رسول اکرمؐ کے وصی علیؑ ہیں۔ وہی خدا کے ولی ہیں۔ وہی رسول اکرمؐ کے بھائی ہیں۔ جنہوں نے زندگی بھر اس طرح خدا کے رسول کا ساتھ دیا جس کی نظیر رہتی دنیا تک نہیں مل سکتی۔

تاریخ کے اوراق الٹ کر دیکھئے، قرآن کی آیتیں پڑھ کر دیکھئے، تفسیر امام کو سمجھ کر دیکھئے آپ کو ہر مقام پر علیؑ ہی علیؑ نظر آئیں گے۔ رسالت کی گواہی دینے والے علیؑ، وحدانیت کی شہادت دینے والے علیؑ، ذوالعشیرہ میں مدد کا وعدہ کرنے والے علیؑ، حالانکہ

کمسن ہیں مگر گواہی کے لئے ہر دم تیار۔ یہ مت کہئے کہ علیؑ کمسن ہے اور کمسن کی گواہی کیسے منظور کی جاتی۔ میری بہنو! قرآن کہتا ہے کہ بی بی مریمؑ کی پاک دامنی اور ان کے تقدس پر حضرت عیسیٰؑ نے گہوارے میں گواہی دی تو قابل قبول۔

علیؑ تو شریک نورِ رسالت تھے۔ عالم ازلی کا پہلو لئے ہوئے تھے۔ غور کریں! رسول اکرمؐ اس وقت تک مبعوث برسالت نہیں ہوئے جب تک علیؑ کی ولادت نہیں ہوئی۔ قل کفی باللہ شھیدًا جب تک گواہ نہیں آ گیا خدا نے رسول اکرمؐ کو رسالت کی منزل پر فائز نہیں کیا۔

علیؑ کو سمجھنا بہت مشکل ہے۔ رسول اکرمؐ کی زندگی کے ہر مرحلے پر علیؑ ساتھ ساتھ ہیں۔ شعب ابیطالب میں علیؑ موجود، شب ہجرت بستر رسولؐ پر سونے کے لئے علیؑ موجود، مدینہ آئے علیؑ حاضر، بدر میں علیؑ، احد میں علیؑ، خندق میں علیؑ۔ خیبر میں علیؑ، صلح حدیبیہ میں علیؑ، فتح مکہ میں علیؑ، کعبہ میں دوش مبارک رسول اکرمؐ پر سوار بتوں کو توڑنے والے علیؑ، حجۃ الوداع میں علیؑ، ہر فضیلت علیؑ کو ملی۔ قرآن پاک میں دیکھئے اطاعت میں علیؑ، مودّت میں علیؑ، سخاوت میں علیؑ، قناعت میں علیؑ، شجاعت میں علیؑ، مباہلے میں علیؑ، تطہیر میں علیؑ، علی کہاں نہیں ہیں۔ گواہی میں علیؑ، اور خدا کا رسولؐ جو اول ما خلق اللہ نوری کی فضیلت بیان کر رہا ہے۔ جاننا چاہئے کہ رسولؐ کی زبان اللہ کی زبان ہوتی ہے۔ اللہ کا رسولؐ جو کہتا ہے وہ پتھر کی لکیر

ایسی ہی برگزیدہ ہستی کے نور نظر تھے حسینؑ۔ ان کی مادرِ گرامی شہزادی کونین خاتون جنت فاطمہ زہراؑ دنیا میں ایسی مثالیں چھوڑ گئیں کہ قیامت تک کوئی اس کا جواب نہیں لاسکتا۔ تاجدار مدینہ کی بیٹی، شاہ نجف کی بیوی، سیدۂ عالم کے بچے فاقوں پر بسر کرتے ہیں۔ جس کی مساوات کا یہ عالم تھا کہ ایک دن خود کام کرتی تھیں اور ایک دن ان کی کنیز فضہؓ۔ ان کی عظمت کا یہ عالم تھا کہ دو عالم کے شہنشاہ ان کے استقبال کو کھڑے ہوجاتے تھے تاکہ دنیا دیکھ لے میری بیٹی فاطمہؑ کو جسے خالق نے محشر میں بادشاہی دی ہے وہ محشر میں اپنے چاہنے والوں کی شفاعت کریں گی۔

عزادارو! سیدۂ عالم فاطمہ بنت رسولؐ اگر نہ ہوتیں تو اسلام کا نام لینے والا کوئی نہ ہوتا۔ وہ فاطمہؑ ہی کی آغوش کا پالا تھا جس نے اپنی جان نثار کر کے اسلام کو بچا لیا۔

سیدۂ عالم فاطمہ زہراؑ کے لال نے جس ایمان اور عمل کا مظاہرہ کیا اس کی نظیر نہیں مل سکتی۔ شب عاشور تمام رات کربلا آپ کی اور آپ کے ساتھیوں کی تسبیح و تہلیل کی آوازوں سے گونج رہی تھی۔

عاشور کی سحر نمودار ہوئی تو حسینؑ کے ہم شبیہ پیغمبر جوان بیٹے اکبرؑ نے اذان دی۔ پھر فاطمہؑ کا لال دوپہر تک بارگاہ خداوندی میں قربانیاں پیش کرتا رہا۔ وقت عصر قربانیاں ختم ہوئیں۔ خود فاطمہؑ کا لال رضاً بقضائک و تسلیمًا لامرک کہتا ہوا سر کٹانے آگے بڑھا تو قدرت پکار اٹھی ''آ نفس مطمئنہ آ جا۔''

گویا نفس مطمئنہ کا مظاہرہ دیکھئے۔ کون کہتا ہے کہ حسینؑ مجبور تھے۔ کسی کو کیا معلوم کہ حسینؑ تسلیم و رضا کی کس منزل پر تھے۔ حسینؑ نے بتا دیا کہ میرے گلشن میں جتنے پھول ہیں سب اسلام پر نچھاور ہیں۔ مانگنے والوں نے عزیزوں کی گردنیں مانگیں تو دے دیں۔ ننھے بچوں کو بقائے حق کے لئے قربان کردیا۔ عباس دلاورؑ کے شانے اسلام کی نذر کردیئے۔ کڑیل جوان کو مانگا تو اللہ کی راہ میں اسے بھی قربان کردیا۔ بھائی کی نشانی قاسمؑ کی باری آئی تو اسے بھی نثار کردیا۔ فاطمہؑ کے لال نے کربلا میں ظلم کی کس کس منزل کو نہیں دیکھا۔ گھوڑوں کے ٹاپوں سے قاسمؑ سے مہہ لقا کی لاش کو پامال ہوتے دیکھا۔ بہن کی کوکھ اجڑتے دیکھی۔ ننھے ششماہے علی اصغرؑ کو تیر کھاتے دیکھا۔ یہ سب اس لئے منظور کیا کہ اسلام زندہ رہے اور تاابد زندہ رہے۔

—☆☆☆—

بے کفن لاش تھی مقتل میں شبیرؑ تیری

بے کفن لاش تھی مقتل میں شبیرؑ تیری
کاش چادر ہی اُڑا سکتی ہمشیر تیری
یاد آتا ہے شبیہِ مصطفیؐ وقت سحر
آج بھی کرتی ہے اذان تشہیر تیری
گرم ریتی پہ تڑپتے تھے شہیدانِ وفا
استغاثہ کی صدا سن کے وہ شبیرؑ تیری
تشنہ لب ذبح کیا تجھ کو ستمگاروں نے
آ گئی رن میں تڑپ کر ماں دلگیر تیری
نیزے پہ سر تھا بلند قرآن کی تلاوت کی ہے
حشر تک ہوگیؑ امامتؑ کی تفسیر تیری
ڈوب کر خون میں رہ گئی شبیرؑ تیرے
حشر تک پرچم اسلام پہ تحریر تیری
ہر عزا خانے میں دیکھو علم ہے علمدار کا قرین
اب بھی عباسؑ ہے خدمت میں شبیرؑ تیری
زیبا احسان یہ شبیرؑ کا کیا کم ہے تجھے
حق کی راہوں پہ سجدے ہیں تقدیر تیری

دوسری مجلس

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ○ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○
اَلْحَمْدُلِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ. بَارِئُ الْخَلَا ئِقِ اَجْمَعِیْنَ.
وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی اَشْرَفِ الْاَ نْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ
خَاتَمَ النَّبِیّٖنَ رَحْمَۃٍ لِّلْعَالَمِیْنَ اَبِی الْقَاسِمِ مُحَمَّدٍ.
وَعَلٰی وَزِیْرِہٖ وَوَصِیِّہٖ اَمِیْرِالْمُؤْمِنِیْنَ اِمَامَ الْمُتَّقِیْنَ
یَعْسُوْبَ الدِّیْنَ اِمَامَ الْمَشَارِقِ الْمَغَارِبِ عَلِیَّ بْنَ اَبِیْ طَالِبِ.
وَعَلٰی اَھْلِبَیْتِہِ الطَّیِّبِیْنَ الطَّاھِرِیْنَ الْمَعْصُوْمِیْنَ وَصَحْبِہِ الْمُنْتَجِبِیْنَ.

کچھ علمدارانِ حق سر دے کے ایمان لے گئے
کچھ اسیران ہوس نیزوں پہ قرآن لے گئے
ہائے کیا گل چین ملے تھے گلشن اسلام کو
گل چنے ایسے گلستاں کا گلستان لے گئے

فغان وابستہ سرور

ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللّٰہ امواتًا ط بل احیآء عند ربھم یرزقون○ جو لوگ خدا کی راہ میں مارے گئے انہیں ہرگز مردہ نہ سمجھنا بلکہ وہ زندہ ہیں اور اپنے پروردگار کے پاس سے رزق پا رہے ہیں۔ (سورۂ آل عمران: آیت ۱۶۹)

ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللّٰہ اموات ط بل احیآء و لکن لا تشعرون○ جو لوگ خدا کی راہ میں مارے جائیں انہیں مردہ نہ کہنا۔ وہ مردہ نہیں بلکہ زندہ ہیں۔ مگر تم ان کی زندگی کی حقیقت کا شعور نہیں رکھتے۔ (سورۂ بقرہ: آیت ۱۵۴)

حضرت رسول اکرمؐ کا ارشاد ہے: حسینٌ منی و انا من حسین. حسینؑ مجھ سے ہے اور میں حسینؑ سے ہوں۔

امام جعفر صادق علیہ السلام کا فرمان ہے: ہماری مصیبت کو یاد کرو۔ ہماری مظلومیت سے متاثر ہو کر کسی کا مغموم ہونا تسبیح پروردگار ہے۔ ہمارے غم کا احساس کرنا عبادت پروردگار ہے۔ ہمارے اسرار کو پوشیدہ رکھنا اللہ کی راہ میں جہاد کرنا ہے۔ جو مومن ہمارے جد حسینؑ کی مصیبت پر روئے اور رُلائے اس پر جنت واجب ہے۔ صلوٰۃ

آج چودہ سو برس کے بعد بھی حسینؑ کا غم کائنات میں زندہ ہے، عرش پر ملائکہ ہوں یا زمین پر عزادار ہر ایک صف ماتم بچھائے ہوئے ہے۔ ہر جگہ حسینؑ کا غم آج بھی تازہ ہے۔ زلزلوں کا آجانا، آسمان پر شفق کا چھاجانا، سیاہ آندھیوں کا چلنا، خون کا ابلنا، روز عاشور کے خونیں واقعات کا پتہ دیتا ہے۔ تاریخ کے اس ظلم کو شش جہات عالم میں آشکار کرتا ہے، فاطمہؑ کے لال کی شہادت کا پیغام دیتا ہے، علیؑ کے لخت جگر کا ماتم کرتا ہے۔

غم حسینؑ میں مزار مصطفیؐ کا تڑپ جانا، مرقد زہراؑ کا لرز جانا حسینؑ سے ان کی محبت کو ظاہر کرتا ہے۔ جب علیؑ کی بیٹی زینبؑ قید

شام سے چھٹ کر لٹتا ہوا قافلہ لئے مدینے آئی تو چشم دید واقعات بیان کرنے والا بشیر بیان کرتا ہے کہ مدینے کے ہر گھر سے واحسیناؑ واحسیناؑ کی صدائیں آتی تھیں۔

بیشک زینبؑ نہ ہوتی تو حسینؑ کی شہادت عالمگیر نہ ہوتی۔ کار شبیری کے بعد یہ کار زینبی تھا جس نے کربلا کے پیغام کو ساری دنیا میں عام کردیا۔ زینبؑ نہ ہوتی تو کوفہ و شام کے ایوان جو زینبؑ کے خطبوں سے لرز رہے تھے حق کو نہ پہچانتے۔ یہ زینبؑ کا تصدق ہے۔ منزل بہ منزل علیؑ کی شجاعت کے ساتھ، فاطمہؑ کے صبر کے ساتھ، حسینؑ کے مشن کی نگراں رہی ہے زینبؑ۔

کربلا سے نکلی اور کوفہ و شام پہنچی اور ہر جگہ شہادت عظمٰی کی حقیقت کو واضح کیا۔ حتیٰ کہ دربار یزید میں آل رسولؐ کی شان کو بلند کیا۔ شان حیدری کے ساتھ رسولؐ کا فرمان سنایا۔ زندانِ شام میں صبر کا مجسمہ بن کر حسینؑ کی لاڈلی سکینہؑ کو سپرد خاک کیا اور حسینؑ کی شہادت کو عام کرتی ہوئی شام سے واپس مدینے پہنچی۔ روضۂ رسولؐ پر شہادت کا پیغام سنایا۔ اپنی بے بسی کی داستان سنائی۔ جنت البقیع میں ماں کی قبر پر ماں کی امانت لہو بھرا کرتا ڈال کر تذکرۂ حسینی کیا۔ صابر باپ کی صابر بیٹی زینبؑ نے ہر ایک بی بی کو دلاسہ دیا اور پھر اپنے گھر گئیں۔ کہتی تھیں کہ میرے بچے بھی حسینؑ پر قربان ہوئے۔ اب میں محشر میں سرخرو ہوجاؤں گی۔ لیکن جب گھر میں بچوں کے چھوٹے چھوٹے مصلّے دیکھے تو ماں کو بچوں کی یاد نے تڑپا دیا۔ مگر بھائی کے

عظیم الشان مشن کو برقرار رکھنے والی زینبؑ کی شخصیت بہت بلند ہے۔ بچوں کے مصلّوں کے ساتھ حسینؑ کا عاشورہ یاد آ گیا تو زینبؑ دلگیر تڑپ کر رہ گئیں۔

بیشک حسینؑ کی شہادت اسلام کی زندگی تھی شہید کی جو موت ہوتی ہے وہ قوم کی حیات ہوتی ہے۔ کربلا کے بعد اسلام کے تن مردہ میں واقعی خون حسینؑ سے حرارت آ گئی تھی۔ حسینؑ کی شہادت سراپا نماز تھی۔ حسینؑ کی شہادت تکبیر کا مظاہرہ تھی۔ حسینؑ کی شہادت اذان کا مظاہرہ تھی۔ حسینؑ کی شہادت رکوع کا مظاہرہ تھی۔ حسینؑ کی شہادت سجدے کا مظاہرہ تھی۔ پیغام حسینی پرچم اسلام سے لپٹا ہوا ہے۔ جہاں صداقت بھی قربان ہو رہی تھی اور شجاعت بھی۔ معرفت حق کا اعلان تھا۔ صبر میں ڈوب کر حق پر نثار ہوکر شہید اعظم نے ذبح عظیم کا لقب پایا، جو حسینؑ کے لئے مخصوص تھا، وفدیناہ بذبح عظیمo وترکنا علیه فی الاخرینo حسینؑ نے اپنے خون سے تپتی زمین پر حسینٌ منی وانا من حسین کی تفسیر رقم کی۔

چونکہ حق کی مرضی تھی۔ حسینؑ کی شہادت پنجتن کا پروانہ تھا۔ رسولؐ کی امت کے لئے رسولؐ کا فرمان بے وجہ نہ تھا۔ پنجتن کا آخری چراغ، رسولؐ کا جانشین، فاطمہؑ کا لال، خالق نے چن لیا۔ قرآن میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ان اللّٰہ اصطفٰی آدم و نوحًا و آل ابراهیم و آل عمران علی العٰلمینo بے شک خدا نے آدمؑ کو، نوحؑ کو، خاندان

ابراہیمؑ کو اور خاندان عمران کو تمام جہاں کے لوگوں میں سے چن لیا۔

(سورۂ آل عمران: آیت ۳۳)

غور کریں کہ خدا نے لفظ اصطفیٰ استعمال فرمایا ہے یعنی اس نے چن لیا۔ ہمارے نبی محمد مصطفیؐ خدا کے چنے ہوئے ہیں۔ پسند کئے ہوئے ہیں۔ اور ایسے چنے ہوئے ہیں کہ خالق نے فرمایا: میں محمود ہوں آپ محمدؐ ہیں، میں اعلیٰ ہوں یہ علیؑ ہیں، میں فاطر ہوں، یہ فاطمہؑ ہیں، میں محسن ہوں یہ حسنؑ ہیں، میں قدیم الاحسان ہوں یہ حسینؑ ہیں۔ یعنی پنجتن سب کے سب اللہ کے منتخب کئے ہوئے ہیں۔ جب قدرت نے یہ نایاب گوہر چن لئے اور انہیں کسا میں سمیٹ دیا تو جبرائیلؑ نے پوچھا: اے مالک! یہ زیر چادر کون ہیں؟ آواز قدرت آئی: اے جبرئیلؑ! یہ اہلبیت نبوتؐ اور معدنِ رسالتؐ ہیں۔ یہ فاطمہؑ ہیں، ان کے پدر، ان کے پسر اور ان کے شوہر ہیں جو مقصود کائنات ہیں۔

انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت و یطھر کم تطھیرًاo یعنی تطہیر کی چادر میں رسالت، امامت، عصمت، ولایت اور شہادت سب کے مظہر ایک ساتھ جمع ہیں۔ چونکہ یہ ولایت مطلقہ ہیں اور مظاہر اللہ ہیں یعنی مظہر عرش، مظہر کرسی، مظہر لوح و قلم، مظہر ارض و سماء، مظہر شمس و قمر۔ ان کا علم اللہ کا علم، ان کا حکم اللہ کا حکم، ان کی عطا اللہ کی عطا، ان کی خوشی اللہ کی خوشنودی اور ان کا غم اللہ کی عبادت ہے اس لئے مومنین کے دل معصومین کی طرف مائل ہیں اور معصومین بھی اپنے چاہنے والوں پر نظر کرم کرتے ہیں۔

یاد رکھئے! یہ اللہ کے برگزیدہ بندے ہیں اس لئے اللہ کے سوا ان پر کسی اور کا زور نہیں چلتا۔ یہ ایسے کامل و اکمل نمونے ہیں کہ ان کا جلوہ آدمؑ کی توبہ میں، ان کا جلوہ نوحؑ کی مناجات میں، ان کا جلوہ ابراہیمؑ کے گلزار میں، ان کی جلوہ موسیٰؑ کے دیدار میں، ان کا جلوہ عرش پر معراج میں۔ ان کے تصدق میں آدمؑ صفی اللہ کہلائے، ان کے تصدق میں نوحؑ نجی اللہ کہلائے، ان کے تصدق میں ابراہیمؑ خلیل اللہ کہلائے، ان کے تصدق موسیٰؑ کلیم اللہ کہلائے، ان کے تصدق میں عیسیٰؑ روح اللہ کہلائے۔

رسول اکرمؐ فرماتے ہیں: جو دیکھنا چاہے آدمؑ کو ان کی صفات میں، نوحؑ کو ان کی مناجات میں، ابراہیمؑ کو خلت میں، یوسفؑ کو ان کے حسن میں، عیسیٰؑ کو ان کے زہد میں، اسے چاہئے کہ علیؑ کو دیکھے۔ علیؑ کے چہرے پر نظر کرنا عبادت ہے۔ علیؑ کا ذکر کرنا عبادت ہے اس لئے اپنی مجلسوں کو علیؑ ابن ابیطالبؑ کے ذکر سے زینت بخشو کیونکہ علیؑ کا ذکر میرا ذکر ہے اور میرا ذکر خدا کا ذکر ہے۔

ان اللّٰہ و ملئکتہٗ یصلّون علی النبیّ ط یا ایھا الذین آمنوا صلّوا علیہ وسلّموا تسلیمًاo بیشک خدا اور اس کے فرشتے پیغمبرؐ پر درود بھیجتے ہیں۔ اے ایمان والو! تم بھی درود بھیجو اور تسلیم کرو جیسا تسلیم کرنے کا حق ہے۔ (سورۂ احزاب، آیت ۵۶) محمدؐ و آل محمدؐ پر خدا اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں اور مومنوں کو خدا نے حکم دیا ہے کہ ایمان والو! تم بھی ان پر درود بھیجو۔ صلوٰۃ

ارشاد باری تعالیٰ ہے: یا ایھا النبی انا ارسلنک شاھدًا و مبشرًا و نذیرًاO و داعیًا الی اللّٰہ باذنہٖ و سراجًا منیرًاO اے نبیؐ ہم نے آپ کو گواہی دینے والا، خوشخبری سنانے والا، عذاب سے ڈرانے والا اور خدا کی طرف بلانے والا روشن چراغ بنا کر بھیجا ہے۔

(سورۂ احزاب، آیت ۴۵و۴۶)

اتنے کھلے اعلان کے بعد بھی آل رسولؐ پر کیا کیا ظلم نہ ہوا۔ رسول اللہؐ نے جن کی محبت کا حکم دیا تھا اگر ان سے دشمنی کا اور ان پر ظلم کرنے کا حکم دیا ہوتا تو اس سے زیادہ ظلم ممکن نہیں تھا جو امت رسول نے آل رسول کے ساتھ کیا۔ ہائے آل رسولؐ کو دیواروں میں زندہ چنوایا گیا اور ان سے محبت کرنے والوں کی زبانیں کاٹ دی گئیں۔ ہائے ہائے رسول اکرمؐ کی پارۂ جگر فاطمہؑ کو وآت ذوی القربیٰ کی سند کے ساتھ خود رسول اللہؐ نے باغ فدک عطا فرمایا تھا مگر رسول اللہؐ کی آنکھ بند ہوتے ہی حکمرانوں نے یہ باغ ضبط کرلیا۔ جس دَر پر آ کر رسولؐ سلام کرتے تھے اس دَر بتول کو آگ لگائی گئی اور یہ ظلم یہیں نہیں رُکا بلکہ علیؑ کے گلے میں رسی ڈالی گئی اور انہیں کھینچا گیا۔ آج تک محمدؐ و آل محمدؐ پر ظلم کرنے والے ان کے دامن کو داغدار نہیں بنا سکے۔ ان کو ان کے مقام سے نہیں گرا سکے۔ ان کا مقام یہ ہے کہ رسول اکرمؐ نے فرمایا: میرے اہلبیتؑ اور اللہ کی کتاب تمہارے لئے مشعل راہ ہیں۔ ان کے دامن کو مضبوطی سے تھامے رہو یہاں تک کہ حوض کوثر پر پہنچ جاوَ۔

اہلبیت باقی ہیں۔ قرآن باقی ہے۔ اہلبیت باقی ہیں قرآن کی تلاوت باقی ہے۔ اہلبیت میں کا آخری معصوم زندہ ہے اور قرآن بھی زندہ ہے کیونکہ قرآن کو زندہ رکھنا وارث قرآن کا کام ہے۔ وصال سرکارؐ دو عالم کے بعد علیؑ کا کام تھا کہ قرآن کی حفاظت کریں اور علیؑ ہی جانتے تھے تنزیل کے مطابق کون سی آیت منسوخ ہے اور کون سی ناسخ، کون سی باطن ہے اور کون سی ظاہر۔ کون سی رات میں نازل ہوئی ہے اور کون سی دن میں۔ علیؑ کے شاگرد ابوالاسود دوئلی نے صحیح قرأت قرآن کے لئے اس پر اعراب لگائے۔ علیؑ نے علم نحو کی بنیاد رکھی اور اسے اسم، فعل اور حرف میں تقسیم کیا۔ آپ نہج البلاغہ میں فرماتے ہیں: ایک تھال میں موتی بھرے ہوئے ہیں۔ اس میں سے جتنے چاہو اٹھالو سب موتی ہیں۔

اس کے باوجود سلطنت کے پرستاروں نے، خلافت کے طلبگاروں نے، اسلام کو فرقوں میں بانٹ دیا۔ مگر یاد رکھئے کہ وہ قرآن کا متن نہ بدل سکے۔ اولاد رسولؐ کو حق کی منزل سے نہ ہٹا سکے۔ ظلم اپنی انتہا پر رہا۔ مظلومیت حق میں ڈوب کر اللہ کی رضا حاصل کرتی گئی۔

امام علیؑ کے بعد امام حسنؑ نے امت کے اتحاد کی خاطر صلح کر کے تخت و تاج ٹھکرا دیا۔ اسی منزل پر اقبالؔ نے کہا تھا:

تا نشیند آتشِ پیکار و کیں
پشتِ پا زد بر سرِ تاج و نگیں

امام حسنؑ کے بعد امام حسینؑ نے بیعتِ یزید سے انکار کر کے قیامت تک کے لئے اسلام کو زندہ کردیا۔ امام حسینؑ کے بعد امام زین العابدینؑ نے صبر کا ثبوت دیا جس پر صحیفۂ کاملہ گواہ ہے۔ امام باقرؑ اور امام جعفر صادقؑ نے علم کے دریا بہا دیئے۔ امام کاظمؑ نے قید خانے میں عبادت کی منزل کو معجزنما بنا دیا۔ امام رضاؑ نے بتا دیا کہ اہلبیت محمدؐ اور ہیں اور تخت و تاج کو ماننے والے اور ہیں۔ جب آپ نیشاپور کے بازار سے گزر رہے تھے تو عام اعلان تھا کہ کلمہ پڑھو کلمۂ توحید پڑھ کر اسلام میں داخل ہوجاؤ مگر اس کلمے کی کچھ شرطیں ہیں۔ اور میں ان میں کی ایک شرط ہوں۔

امام علی نقیؑ اور امام محمد تقیؑ نے فقہی مسئلوں کے واضح حل بتائے اور امام حسن عسکریؑ کے زمانے میں دنیا والے بے چین تھے مگر چونکہ رسول اللہؐ نے فرمایا تھا کہ میرا آخری نائب غائب ہوگا اور اس کا ظہور ضرور ہوگا۔ وہ دنیا کو عدل و انصاف سے بھر دے گا جس طرح وہ ظلم و جور سے بھری ہوئی ہوگی۔ اولاد عسکریؑ کا سب کو انتظار ہے۔ ان کی غیبت صغریٰ ہوئی۔ اب غیبت کبریٰ جاری ہے اس لئے ان کی معرفت واجب ہے۔ رسول اللہؐ کا فرمان ہے کہ جو اپنے زمانے کے امام کو نہ پہچانے اور مرجائے وہ جاہلیت کی موت مرتا ہے۔

خوش نصیب تھے وہ لوگ جو رسول اکرمؐ کا زمانہ پاگئے۔ علیؑ

کا زمانہ پا گئے۔ یکے بعد دیگرے امام حسن عسکریؑ تک مومنوں کو دیدارِ امام ہوتا رہا مگر اب ہمارا زمانہ کٹھن ہے۔ ہمارا امتحان غیبت پر ہے۔ ہمارا امام پردۂ غیب میں ہے۔ ہمارا یقین ہے خدا پر، رسولؐ پر اور قرآن پر۔ خالق کی غرض یہی تھی کہ میرا چنا ہوا بندہ ظاہر ہوکر میرے بندوں کو حق بتائے اس لئے ظہور امام ضرور ہوگا۔ کیونکہ اللہ کو دیکھنا ناممکن ہے اس لئے اس کے مظہر کا جلوہ ضرور ہوگا۔ یاد کرو جب موسیٰؑ کو پروردگار نے کہا لن ترانی تم ہرگز مجھے نہیں دیکھ سکتے اور یہ کہ لا تدرکہ الابصار تمہاری نگاہ ہمارا احاطہ نہیں کرسکتی لہٰذا میری تجلی دیکھنی ہو تو محمدؐ و آل محمدؑ کو دیکھو کیونکہ دنیا اور آخرت میں مجھ کو دیکھنا محال ہے۔

ان کے لئے معرفت روحانی کی ضرورت ہے۔ اس کا عطا کرنے والا اللہ ہے۔ ہم کیا جانیں کہ اللہ کا نور کیا ہے، اللہ کا کلام کیا ہے، اللہ کی کائنات کیا ہے؟ کائنات کا ظہور کیا ہے، ظہور ہستی کیا ہے، انسان کیا ہے، انسان کی زندگی کیا ہے، بیشک انسانی زندگی کی بنیاد غم ہے۔

انسان پیدا ہوتا ہے تو دنیا والے خوش ہوتے ہیں مگر بچہ روتا ہے اور جب دنیا سے انسان جاتا ہے تو دنیا والے روتے ہیں مگر وہ خوش ہوتا ہے۔ معصومؑ کے حوالے ہے۔ اس کا حال وہی جانتا ہے جس کی معرفت میں وہ ڈوبا ہوتا ہے۔ معرفت جسمانی اور معرفت

روحانی کا فرق معلوم ہوجاتا ہے۔ جب تک روح کارفرما ہے معرفت جسمانی ہے۔ جب روح قفس عنصری ماڈی سے پرواز کرجاتی ہے تو پھر معرفت روحانی کے جلوے نظر آتے ہیں۔

حسینؑ شہید ہوکر بھی نیزے پر قرآن کی تلاوت کرتے ہیں۔ آواز حسینؑ بتا رہی ہے کہ ہم ولایت مطلقہ ہیں، ہم اللہ کے تصرف میں ہیں، اللہ کے سوا ہم پر کوئی قابو نہیں پاسکتا، ہم اللہ کی مرضی کے مظہر ہیں۔ حسینؑ کا اللہ کی راہ میں شہید ہوکر اللہ کے دین کو بچالینا اللہ کی خوشنودی کے لئے ہے۔

عزادارو! ہم درس اہلبیتؑ سے اتنا جانتے ہیں کہ شہید خون کا قطرہ گرنے سے پہلے بخش دیا جاتا۔ شہید کو حوران جنت اپنی آغوش میں لے لیتی ہیں۔ شہید اپنا مقام جنت میں دیکھ لیتا ہے۔ یہ عام شہید کی صفات ہیں جو اللہ کی راہ میں شہید ہوجاتے ہیں۔ مگر جو شہداء سر دے کے اللہ کے دین کو قیامت تک کے لئے بچا لے گئے اگرچہ خود ان کا سفینہ ڈوب گیا مگر وہ کشتی اسلام کو ساحل پر پہنچا گئے۔

رسول اللہؐ کے جانشین اور پنجتن کے آخری چراغ حسینؑ جب زین سے زمین پر تشریف لائے تو اپنا سر سجدے میں رکھ کر بولے کہ معبود میری شہادت قبول فرما۔ میں نے اپنا وعدہ پورا کیا اب تو اپنا وعدہ پورا کر۔ کربلا میں حسینؑ کا سجدہ اتنا طویل تھا کہ پھر حسینؑ کا سر اٹھا نہیں بلکہ اٹھایا گیا اور نیزے پر بلند کیا گیا۔

جب جناب زینبؑ نے خیمے کا پردہ اٹھایا تو دیکھا کہ حشر برپا ہے۔ بھائی کا سر نیزے پر ہے۔ رسول اللہؐ جن کے لبوں کو چومتے تھے اور دوش پر جن کو سوار کرتے تھے ان کا سر کاٹ لیا گیا ہے۔ مومنو! حسینؑ پیغمبر نہ تھے پیغمبرؐ کے نواسے تھے۔ وارث پیغمبر تھے۔

آیئے! اپنے مولا کو سلام کریں:

السلام اے وارث آدمؑ! السلام اے وارث نوحؑ!، السلام اے وارث ابراہیمؑ! السلام اے وارث موسیٰؑ! السلام اے وارث عیسیٰؑ! السلام اے وارث محمدؐ! السلام اے وارث امیر المومنینؑ! السلام اے دلبند محمد مصطفیٰؐ! السلام اے نور چشم علی مرتضیٰؑ! السلام اے لخت جگر فاطمہؑ۔

—☆☆☆—

کیا شان کربلا تیری بستی بسی ہوئی ہے

کیا شان کربلا تیری بستی بسی ہوئی ہے
قسمت تیری کونین میں عظمت بنی ہوئی ہے

گودی میں آ کر تیری حق پہ ہوئے ہیں قربان
تطہیر کی تصویر خون میں ڈوبی ہوئی ہے

کڑیل جوانؑ اور دولہا ، ننھا سا وہ مجاہد
مظلوم کی نشانی تجھ میں چھپی ہوئی ہے

مَشک و علم نشانی سقائے کربلا کی
فرات کے کنارے تربت بنی ہوئی ہے

سجدہ کیا جو شہہ نے مشیّت مسکرائی
آ نفس مطمئنہ جنت سجی ہوئی ہے

آدمؑ تا اوصیاءؑ سب آنسو بہائے تجھ پر
صف ملائک اب تو ہرسو بچھی ہوئی ہے

دعائیں دی ہے تجھ کو زینبؑ علیؑ کی بیٹی
خاکِ شفا ہے اب تو جبین جھکی ہوئی ہے

آنسو جو نکلے غم میں شبیرؑ کے عزادارو
ان آنسوؤں کی قیمت موتی بنی ہوئی ہے

تیرا ہی واسطہ اب شاہ نجف کو دیں گے
حق کی نگاہ میں اب تو ہی بچی ہوئی ہے

قدموں میں جگہ دے دے شہہ کربلا کا صدقہ
زیبؔا کی اس جہان سے پتلی پھری ہوئی ہے

تیسری مجلس

اَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیطٰنِ الرَّجِیمِ ○ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیمِ ○
اَلْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِینَ. بَارِیُٔ الْخَلَائِقِ اَجْمَعِینَ.
وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی اَشْرَفِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِینَ
خَاتَمَ النَّبِیِّینَ رَحْمَةٍ لِّلْعَالَمِینَ اَبِی الْقَاسِمِ مُحَمَّدٍ.
وَعَلٰی وَزِیْرِہٖ وَوَصِیِّہٖ اَمِیرِالْمُؤْمِنِینَ اِمَامَ الْمُتَّقِینَ
یَعْسُوبَ الدِّینَ اِمَامَ الْمَشَارِقِ الْمَغَارِبِ عَلِیَّ بْنَ اَبِیْ طَالِبٍ.
وَعَلٰی اَهْلِبَیْتِہِ الطَّیِّبِینَ الطَّاهِرِینَ الْمَعْصُومِینَ وَصَحْبِہِ الْمُنْتَجِبِینَ.

کچھ علمداران حق سر دے کے ایمان لے گئے
کچھ اسیران ہوس نیزوں پہ قرآن لے گئے
ہائے کیا گل چین ملے تھے گلشن اسلام کو
گل چنے ایسے گلستان کا گلستان لے گئے

فغان وابستہ سرور

میرے بندے بندگی سر ڈالتی ہے جہاں
کام آتا ہے وہاں جوش ولائے حیدری
دو قدم اس راستے میں بھی اٹھا کر دیکھ لے
سامنے آجائے گی ایمان بن کر آگہی

فغان وابستہ سرور

یا ایھا الذین آمنوا اتقوا اللّٰہ وابتغوا الیہ الوسیلۃ وجاھدو فی سبیلہ لعلکم تفلحونہ اے ایمان والو! خدا سے ڈرتے رہو اور اس کے تقرب کے ذریعے کی جستجو میں رہو۔ اس کی راہ میں جہاد کرو تا کہ تم فلاح پا جاؤ۔ (سورۂ مائدہ: آیت۳۵)

حضرت علیؑ کا ارشادِ گرامی ہے: **من عرف نفسہ فقد عرف ربہ.** جس نے اپنے آپ کو پہچان لیا اس نے اپنے رب کو پہچان لیا۔

یہ ایک ایسا مسئلہ ہے جس کو سمجھنے کی طاقت تو نہیں مگر اس کے صدقے سے جس کی ہم مجلس برپا کرتے ہیں کچھ روشنی ڈالی جاسکتی ہے۔

خدا کیا ہے۔ فوراً جواب ملتا ہے۔ وہ طاقتِ ادراک سے بالاتر ایک ایسی ہستی ہے جس کا سمجھنا انسان کے لئے دشوار تو کیا ناممکن ہے۔

انسان کیا ہے۔ واجب الوجود کا ایسا ممکن الوجود بندہ جو خود کو اس کا خلیفہ سمجھتا ہے۔ واجب الوجود اور ممکن الوجود دونوں میں اس قدر فرق ہے کہ واجب کبھی ممکن نہیں ہوسکتا اور ممکن کبھی واجب نہیں ہوسکتا۔ غور کا مقام ہے کہ اس کے باوجود بھی انسان اپنے ذوق جستجو سے جو اس کا فطری جوہر ہے چاہتا ہے کہ اس بات کا پتہ لگائے کہ وہ کون ہے اور کہاں سے آیا؟ اگر کسی نے اسے بنایا ہے تو کیوں بنایا ہے؟ انسانی دل و دماغ ابتدائے تخلیق سے اب تک کبھی اس

خیال سے خالی نہیں رہا۔ وہ ہمیشہ یہ سمجھتا رہا کہ اس سے بالاتر ایک اور ہستی ہے جو اس پر حکمرانی کرتی ہے جس کے وہ تابع ہے۔ بندے کے فطری خیال کو بندگی کہا جائے تو غلط نہ ہوگا۔ یعنی ہر انسان میں خدا کے وجود کا خیال قدرتاً رہتا ہے اور رہا ہے البتہ ہمیشہ یہ ہوا ہے کہ ہر انسان اپنی اپنی سمجھ کے مطابق خدا کے تصور کو قائم کرتا رہا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس طریقہ پر انسان خدا کے نقوش کو ایک دوسرے سے مختلف پاتا رہا۔ روز ازل سے خدا بھی یہ جانتا تھا کہ یہ میرے بندے مجھ کو سمجھ نہ سکیں گے۔ تاریخ بتاتی ہے کہ انسان سو سو رنگ سے خدا کو مانتا آیا ہے یہاں تک کہ پتھر کے صنم کو پوجنے لگا۔ اسلام نے اس نظریے کے صلبی پہلو کو اس طرح ظاہر کیا کہ صرف خدا کے ہونے کا اقرار کافی نہیں بلکہ اس اقرار کی ضرورت ہے کہ اس کے سوا کوئی دوسرا خدا نہیں۔ کلمہ کے الفاظ کی ترکیب پر غور کریں جو لا الہ سے شروع ہوتا ہے یعنی جب تک ہم باطل معبودوں کی نفی نہ کریں اس وقت تک ہمیں اللہ کہنے کا بھی حق نہیں۔ یعنی نہیں ہے کوئی خدا مگر اس کے سوا۔ اسلام نے اسی دو حرفی کلمہ میں جس میں نفی اور اثبات سے کام لیا گیا ہے خدا کے سوا دوسرے تمام خداؤں کو ختم کر کے رکھ دیا بلکہ قیامت تک کے لئے اس کی گنجائش نہیں چھوڑی کہ کسی دوسرے خدا کا خیال کسی وقت اور کسی زمانے میں پیدا ہو سکے۔ یہ وہ مقام ہے جہاں بندگی بلا کسی عذر کے سر ڈال دیتی ہے اور اپنے معبود کو سجدہ کر لیتی ہے۔

یہ تو خدا اور اس کی توحید کا نظریہ ہے جس کو اسلام نے پیش کیا ہے۔ اسلام نے توحید کو جس طرح مکمل طریقے سے پیش کیا اس طرح کسی نے نہیں کیا۔ اسلام کا سارا دارو مدار توحید پر ہے۔ پیغمبر اسلامؐ نے بھی ساری قوتیں پیغام توحید پہنچانے پر صرف کر دیں۔

نہج البلاغہ میں مولائے متقیان حضرت علیؑ نے اپنے خطبے کے ذریعے زمین و آسمان اور خلقت آدم کا تذکرہ کرتے ہوئے مسئلہ توحید کو دلنشین طریقے سے سمجھایا ہے۔

فرماتے ہیں: خدا کی ذات کو ہمت کی بلند پروازیاں نہیں پاسکتیں۔ اور فکر کی گہرائیاں اس تک نہیں پہنچ سکتیں۔ اس کی صفات کے لئے کوئی وقت نہیں۔ مخلوقات کو اپنی قدرت اور اختیار سے پیدا کیا۔ ہواؤں کو اپنی رحمت سے چلایا۔ زمین کی اضطراری کیفیت کو پتھروں کے میخوں سے روکا اور ساکن کیا۔

دین کی پہلی اساس اس کی معرفت ہے۔ کمال معرفت اس کی تصدیق ہے۔ کمال تصدیق اس کی ذات سے صفات ظاہرہ کو دور کرتا ہے۔ ہر صفت غیر موصوف ہے ہر موصوف غیر صفت ہے۔ جس نے اس کی توصیف میں ذات توصیف کو ملایا گویا اس نے ذات باری میں دوئی پیدا کی۔ جس نے دوئی پیدا کی اس نے ذات واحد کا تجزیہ کیا۔ جس نے تجزیہ کیا اس نے ذات کو نہ جانا۔ اور جس نے نہ جانا اس کی طرف اشارہ کیا۔ جس نے اشارہ کیا اس نے محدود کر دیا اور جس نے پوچھا خدا کس میں ہے تو گویا اس نے اس کو کسی چیز کے

ضمن میں قرار دیا۔ جس نے کہا خدا کس چیز پر ہے گویا ایک جگہ کے علاوہ دوسرے مقام کو خالی کردیا۔ وہ موجود ہے مگر کسی کی ایجاد سے نہیں۔ اس کا وجود ہے مگر عدم اس کے پہلے نہ تھا۔ وہ ہر چیز کے ساتھ ساتھ ہے مگر اس طرح نہیں جس طرح جسمانیت میں ہوا کرتا ہے۔ وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ جس کے رہنے سے اس کا دل لگے اور نہ رہنے سے گھبرائے۔ اس نے دنیا کو پیدا کیا مگر بغیر اس کے سوچے اور فکر کرے۔ نہ تو وہ فکر کو کام میں لایا اور نہ تجربے سے فائدہ اٹھایا۔ چیزوں کو وقت پر عدم سے وجود کی طرف منتقل کردیا۔ اور ہر شے کو اس کی طبعیت کے موافق خراج عطا کیا۔ اس کا علم انتہا اور ابتدا دونوں پر محیط ہے۔ صلوٰۃ

مولائے کائنات نے خدا کی وحدانیت کو جس انداز سے سمجھایا اس پر غور کریں تو پتہ چلتا ہے کہ اس گھرانے نے خدا اور اس کی توحید کو کس یقین کے ساتھ جانا ہے۔

یہ مسلّم ہے کہ خاندان میں ایک صفت پشت در پشت چلی آتی ہے۔ پیغمبر دو عالمؐ نے ۲۳ سال زحمتیں اٹھا کر دنیا کے سامنے اسلام کے نام سے مکمل توحید پیش کردی۔ ان کے بعد تبلیغ کی یہ صفت آل رسولؐ میں منتقل ہوگئی۔

حسینؑ نے کیا کیا۔ انہوں نے بھی کربلا میں کلمۂ توحید کی بقاء کے لئے سب کچھ لٹا دیا۔ مگر راہِ توحید میں قدم اس طرح گاڑ دیئے کہ گردن کی رگیں کٹ رہی تھیں مگر وہ سجدہ ریز تھے۔ نامعلوم

حسینؑ کے اس آخری سجدہ سے باطل پر کیا گزری۔ مگر اسلام اس قدر سربلند ہوگیا کہ اس دن کے بعد سے آج تک باطل نے اسلام کے ساتھ اس قسم کی دست درازی نہیں کی اور نہ آئندہ کر سکے گا۔

زندہ حق از قوت شبیری است
باطل آخر داغ حسرت میری است

اقبالؔ

آل رسولؐ کے بچے بچے میں حق پرستی کا جذبہ بھرا ہوا تھا۔ حسینؑ تو حسینؑ ہیں غلامان حسینؑ نے بھی کبھی راہ حق سے ڈگمگانے کی کوشش نہیں کی اور نہ ہی باطل کبھی ان پر حملہ آور ہو سکا۔

امام زین العابدینؑ کے غلام جون کو ہی لیجئے۔ میدان کربلا میں کوئی طاقت حسینؑ سے روگردانی نہ کر سکی۔ نصرت حسینؑ میں جون نے جان دیدی۔ وقت آخر انہوں نے دیکھا کہ امام حسینؑ ان کے سرہانے اور امام سجادؑ پائنتی موجود ہیں۔ امامت کے اس کردار کو دیکھ کر کون نہ چاہے گا کہ خوشی سے جان دیدے۔ جون کی روح مسکراتی ہوئی جنت کی طرف پرواز کر گئی۔

حُر کو دیکھئے! وہ ایک ہزار سپاہیوں کے ساتھ کربلا میں بھیجا گیا تھا لشکر یزید کا وہ ایک سردار تھا۔ حسینؑ جانتے ہوئے بھی کہ اس نے قافلۂ اہل حرم کو آگے بڑھنے سے روک دیا ہے اس کے پیاسے لشکر کو پانی پلاتے ہیں۔

حسینؑ کے اس اعلیٰ کردار کا اثر کیا ہوا۔ وہ حُر سے پوچھنا

چاہئے۔ حق اور باطل کے بیچ حُر کے قدم ڈگمگا رہے تھے۔ وہ ایک فیصلہ کن منزل پر کھڑا تھا۔ اسے یقین تھا کہ اگر وہ حسینؑ کا ساتھ دے گا تو اسے جان سے ہاتھ دھونا پڑیں گے لیکن اس کے باوجود حُر جری نے حسینؑ کے ساتھ مرجانے کو باطل کے ساتھ زندہ رہنے پر ترجیح دی اور خدمت امام میں حاضر ہوگیا۔ معرکۂ کربلا میں حسینؑ کی یہ پہلی فتح تھی۔ حُر نے فرزند رسول کے قدم چوم کر وہ سعادت حاصل کرلی کہ شہادت اس کے لئے کھیل ہوکر رہ گئی۔

ایں سعادت بزور بازو نیست

تانہ بخشد خدائے بخشندہ

یہ تھا اصحاب حسینؑ پر حسینؑ کی حق پرستی کا اثر۔ تو اندازہ لگائیے کہ حسینؑ کے ان کے قریب ترین رشتہ داروں کا کیا رتبہ ہوگا جن کا حسینؑ سے خونی رشتہ تھا۔ حسینؑ کی شہادت کے بعد حق پرستی کا یہ جذبہ کبھی کم نہ ہوا۔

ارے انتہا تھی نا شہادت حسینؑ۔ اب اس کے بعد کیا ضرورت تھی کہ لاشوں کو پامال کیا جائے مگر ابن سعد کے حکم سے نواسۂ رسولؐ کے جسم اطہر کو گھوڑوں کی ٹاپوں سے پامال کیا گیا۔ اس کے بعد قاتلان حسینؑ سب شہداء کے سر کاٹ کر اور انہیں بے گور و کفن چھوڑ کر شام روانہ ہوگئے۔ کیوں؟

ابن سعد اور ابن زیاد کو اب کونسا خطرہ لاحق تھا۔ اگر ان لوگوں کا منشا یہ تھا کہ حاکم کے سامنے ثبوت پیش کریں تو صرف حسینؑ

کا سر ہی کاٹ کر لے جاتے اور پیش کر دیتے۔ تمام شہیدوں کے سر کیوں کاٹے۔ اس میں ایک راز تھا اور وہ یہ کہ اگر کوئی عرب کا قافلہ اس طرف سے گزرے تو یہ نہ جان لے کہ یہ وہ لاشیں ہیں جنہوں نے باطل کے مقابلے پر جان دینا اپنا فرض سمجھا۔ یہ لاشیں ان لوگوں کی ہیں جن کو مسلمانوں کے رسولؐ سے گہرا تعلق تھا۔

قاتلان حسینؑ اس دھوکہ میں تھے کہ اس طرح یہ داغ پوشیدہ ہو جائے گا مگر ان کو یہ نہیں معلوم تھا کہ جن سروں کو وہ ساتھ لے جا رہے ہیں وہ خود ساری کہانی کہہ دیں گے۔ ان کو یہ نہیں معلوم تھا کہ قدرت کو کیا منظور ہے وہ اپنی چال چل رہے تھے اور خدا اپنی چال چل رہا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ اسیران حرم نے کسی منزل پر سختیوں کے باوجود اظہار حق میں کوئی کوتاہی نہیں کی یوں کربلا سے شام پہنچتے پہنچتے سارا واقعہ طشت از بام ہو گیا۔

اسیران کربلا کا یہ کردار اس امر کا پتہ دے رہا تھا کہ یہ خاندان رسول کے افراد ہیں۔ یہ شان تھی حسینؑ کے ساتھیوں کی۔

قرآن کہہ رہا ہے: **قل ان کنتم تحبون اللّٰہ○ فاتبعونی یحببکم اللّٰہ و یغفر لکم ذنوبکم واللّٰہ غفور رحیم○** اے رسولؐ! کہہ دیجئے اگر تم خدا سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو۔ خدا بھی تمہیں دوست رکھے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا۔ خدا بڑا بخشنے والا رحم کرنے والا ہے۔

کیا پیروی رسولؐ یہی تھی کہ رسولؐ کے پیارے نواسے کو

شہید کر دیا جائے جس کو رسول سینے سے لگائے رکھتے تھے۔

یہ وہ رسولؐ ہے جس کو خالق نے چن لیا تھا۔ یہ وہ رسولؐ ہے جس پر خدا اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں۔ یہ وہ رسولؐ ہے جو خاتم النبین ہے، رحمۃ للعالمین ہے، شفیع المذنبین ہے صرف اور صرف اللہ کا رسولؐ ہے۔

وما محمدٌ الا رسول۵ محمدؐ تو صرف میرے رسول ہیں۔ حسینؑ انھیں رسولؐ کے نواسے تھے۔ افسوس کہ بعد رسولؐ مسلمان ایسا بھٹکا کہ خود اس نے اپنی آخرت خراب کرلی۔

ان ہستیوں کا عرفان حاصل ہوجانا بہت مشکل ہے۔ انسان اپنی زندگی کو ان کی معرفت میں غرق کر دیتا ہے۔ جب اسے معرفت کی منزل ملتی ہے تو وہ دنیا والوں سے دور ہوتا جاتا ہے۔ جس کی معرفت میں غرق ہے اسی سے مدد مانگے گا۔ اس کو دنیا سے کوئی شکایت نہیں رہتی۔ اس کی معرفت سے اللہ بھی راضی ہوجاتا ہے۔

اس میں شک نہیں کہ ہم اللہ کی وحدانیت کا اقرار کرتے ہیں، رسولؐ کی رسالت کا اقرار کرتے ہیں، علیؑ کی امامت کا اقرار کرتے ہیں، خاتونِ جنت سیدۃ النساء العالمین کی عصمت کا اقرار کرتے ہیں، ائمہ معصومین کی امامت اور وصایت کا اقرار کرتے ہیں۔ معصوم کا فرمان ہے کہ خدا نے ہم سے افضل کسی کو نہیں پیدا کیا۔ سرور کائنات نے فرمایا: اے علیؑ یقیناً خدا نے پیغمبروں کو فرشتوں پر فضیلت دی ہے اور مجھے پیغمبروں پر فضیلت دی ہے۔ بے شک

فرشتے ہمارے خادم ہیں۔ حاملان عرش اپنے پروردگار کی تسبیح کرتے ہیں اور مومنوں کے لئے استغفار کرتے ہیں۔ مومن جو شیعیان آلِ محمد ہیں۔ صلوٰۃ

اے علیؑ! اگر ہم نہ ہوتے تو خدا کائنات کو خلق نہ کرتا۔ لولاک لَما خلقت الافلاک. سب سے پہلے خالق نے ہمارے نور کو خلق کیا۔ اس کے بعد نور کی عظمت کا مشاہدہ کیا۔ فرشتوں نے ہمارے نور کو انوار الٰہی کے قریب دیکھا، ہمارے نور کو عظیم جانا، اس وقت ہم نے سبحان اللہ کہا تاکہ فرشتے سمجھ لیں کہ ہم اللہ کی مخلوق ہیں، اللہ کے بندے ہیں، خداوند عالم کی ذات پاک و پاکیزہ ہے۔ تب فرشتوں نے اللہ کی پاکیزگی کو سمجھا اور ہماری عظمت کو اعلیٰ جانا۔ ہم نے کہا لا الہ الا اللّٰہ نہیں ہے کوئی معبود حقیقی خدا کے سوا تاکہ فرشتے سمجھ لیں کہ ہم خدا کے بندے ہیں، ہم خدا کی خدائی میں شریک نہیں ہیں، وہ بلا شرکت غیرے عالمین کا خالق و مالک اور رازق ہے۔ سوا اللہ کے کوئی پرستش کی قابل نہیں۔ ہم نے کہا اللہ اکبر، اللہ بڑا ہے۔ یعنی تم یہ خیال نہ کرو کہ اللہ سے بڑھ کر کوئی شے ہے۔ لا حول ولا قوۃ الا باللّٰہ ہر بڑائی ہر طاقت اللہ کو زیبا ہے۔ تب فرشتوں نے سمجھا کہ ہماری اطاعت مخلوق پر واجب ہے۔ پھر ہم نے الحمد اللہ۔ کہا ہماری برکت سے فرشتوں نے وحدانیت کو سمجھا۔ خدا کی تسبیح و تہلیل کو سمجھا۔

وہ وقت یاد کیجئے! جب خدا نے کہا کہ میں زمین پر ایک

خلیفہ بنانے والا ہوں۔ فرشتوں میں اضطراب ہوا مگر جب آدمؑ کے مقابل میں امتحان ہوا اور آدمؑ نے معرفت سے ان ذوات مقدسہ کے نام بتائے تو خالق نے فرمایا: انّی اعلم مالا تعلمون○

لازم ہے جب کوئی انسان ارادہ کرتا ہے تو اس کا مقصد بھی ہوتا ہے۔ جب مقصد ہوگا تو اس کی تکمیل کرنے کے لئے مناسب انتظام بھی ہوتا ہے۔ پھر ضروری نہیں کہ انسان کا وہ مقصد تکمیل کو پہنچے چونکہ اللہ کا ارادہ کچھ اور ہے اور انسان کا ارادہ کچھ اور ہے۔ انسان کا ارادہ اللہ کے ارادے سے بعید ہے۔ انسانی ارادہ شکستہ ہوسکتا ہے مگر اللہ کا ارادہ اٹل ہے۔ انسان اپنے ارادے کی تکمیل کے لئے دوسروں کا محتاج ہے مگر اللہ جس کا علم سب پر محیط ہے اس کے ارادے اور اس کی تکمیل میں ذرا فرق نہیں۔ اس کا ارادہ کن فیکون کی منزل ہے جو لامحدود اور لامتناہی ہے۔

اللہ کے مقابلے میں انسانی ارادہ محدود، مشاہدہ محدود، علم محدود، عمل محدود، زندگی محدود، بندگی محدود، خود اپنی ابتدا اور انتہا سے بے خبر، وہ نہیں جانتا کہ کہاں سے آیا؟ آنے سے پہلے کہاں تھا؟ اور آ گیا تو جائے گا کہاں؟

اس کے باوجود انسان کی قوت ارادی اس منزل پر کام کرتی ہے جہاں کام کرنے کی صلاحیت، وہاں دشواری، ارادہ بدلا، ماحول بدلا، مقصد نگاہوں کے سامنے ہے مگر ارادہ خاموش۔ انسانی ارادوں پر وحدانیت کی حکمرانی ہے۔ انسانی ارادوں پر کبریائی کے پردے

ہیں۔ انسان کی ہر سانس اللہ کے ارادے کی محتاج ہے۔

مولائے کائنات سے پوچھا گیا کہ آپ نے اپنے رب کو کیسے پہچانا۔ آپ نے فرمایا: ارادوں کے ٹوٹ جانے سے، ہمتوں کے شکستہ ہو جانے سے اور مصیبتوں کے پلٹ جانے سے۔

یعنی ارادہ کیا مگر ارادے کے درمیان رکاوٹ آ گئی حالانکہ ارادہ اس منزل پر تھا جس کی تکمیل کرنے کی صلاحیت مجھ میں تھی۔ جب ہمت پست ہوگئی تو میں نے یقین کرلیا کہ انتظام کرنے والا کوئی اور ہے۔ اور اس طرح مصیبت ٹل گئی تو شکر ادا کیا کہ احسان کرنے والا کوئی اور ہے۔ کن فیکون کی منزل کو سمجھ لینا معمولی انسان کا کام نہیں۔ مولا کا فرمان سامنے آجاتا ہے من عرف نفسهٗ فقد عرف ربه.

جب امامت کی منزل سمجھ میں آئے گی تو خودی کا عرفان حاصل ہوگا۔ اس کے ساتھ رسالت، وحدانیت اور کائنات کے راز بھی سمجھ میں آجائیں گے۔ انسان کو کیوں پیدا کیا، کائنات کیوں سجائی، کیا قیامت برحق ہے، جنت کے طبقے کیوں ہیں، عمل کیوں ضروری ہے، اللہ کا دین کیا ہے، اسلام کیا ہے، ایمان کیا ہے، تقویٰ کیا ہے۔ اللہ مومن کے دل میں سکونت کرنے کو تیار ہے چونکہ اللہ کے ارادوں کے مقابلے میں انسانی ارادے پست ہوتے ہیں۔ اس سلسلے میں آپ کو کلام پاک میں بہت سے واقعات ملیں گے۔

نمرود کو لیجئے! اس کا ارادہ ہے کہ ابراہیمؑ پیدا نہ ہوں مگر

ابراہیمؑ پیدا ہو گئے۔ اس کا ارادہ ٹوٹا، اب ابراہیمؑ پیدا ہو گئے ہیں تو اس کا ارادہ ہے کہ ابراہیمؑ کو آگ میں جلا کر خاک کر دوں۔ اس نے تیاری مکمل کی۔ بہت بڑا الاؤ روشن کیا اور ابراہیمؑ کو آگ میں پھینک دیا۔

قدرت مسکرائی کہ اے مٹی کے پتلے اپنی حسرت نکال لے، آگ روشن کر لے، ساری سلطنت کی قوت کو شامل کر لے، اپنے اقتدار کا مظاہرہ کر لے، پھر دیکھ کہ میں ابراہیمؑ کے لئے آگ کو کیسے گلزار بناتا ہوں۔ اس طرح تو اللہ کی قدرت کو دیکھ لے گا کہ حقیقی طاقت کا سرچشمہ کون ہے۔

حضرت موسیٰؑ کو لیجئے! فرعون چاہتا ہے کہ حضرت موسیٰؑ پیدا نہ ہوں مگر خدا کا ارادہ ہے کہ موسیٰؑ پیدا ہوں اور فرعون کے گھر میں پلیں بڑھیں اور اس طرح فرعون کے ارادے کو شکست ہو۔ حضرت موسیٰؑ پیدا ہوئے تو ان کی ماں کو وحی ہوئی کہ اے مادر موسیٰؑ! اپنے جگر کے ٹکڑے کو صندوق میں بند کر کے نیل کی لہروں کے سپرد کر دو۔ ہم اس کی حفاظت کریں گے۔ مادر موسیٰؑ نے اپنے لختِ جگر کو دریا کی بہتی موجوں کے حوالے کر دیا۔ فرعون کی بیوی آسیہ فرشتۂ رحمت بن کر آ گئیں۔ قدرت کا نظارہ دیکھئے! فرعون کے محل میں صندوق کھولا گیا۔ چاند سا بچہ نمودار ہوا۔ آسیہ کے ساتھ ساتھ فرعون کو بھی بچے پر پیار آ گیا۔ خدائی کا دعویٰ کرنے والے فرعون کا دل پسیج گیا اور وہ دل میں کہنے لگا کہ یہ وہ بچہ نہیں جس کے لئے میں نے ہزاروں بچے قتل کروا دیئے۔

اب فرعون کے محل میں حضرت موسیٰؑ پروان چڑھ رہے ہیں۔ بچہ کھیل رہا ہے۔ فرعون نے حضرت موسیٰؑ کو گود میں لیا تو انہوں نے فرعون کے منہ پر طمانچہ مار دیا۔ فرعون نے پھر ارادہ بدلا۔ پھر آسیہ آڑے آ گئیں اور موسیٰؑ بچ گئے مگر موسیٰؑ کو امتحان سے گزرنا پڑا۔ ان کے سامنے ایک طبق میں انگارے اور دوسرے طبق میں خرمے رکھے گئے۔ فرعون کا خیال تھا کہ یہ بچہ وہی ہے جس کا مجھے ڈر ہے۔ اب پھر قوت الٰہی کام کر رہی ہے کیونکہ حضرت موسیٰؑ کو پیغمبری پر برقرار رکھنا ہے۔ حضرت موسیٰؑ نے خرمے کی طرف ہاتھ بڑھائے مگر خدا نے جبرائیلؑ کے ذریعے ان کا ہاتھ انگاروں کی طرف کر دیا۔ ان کی انگلیاں جل گئیں انہوں نے معصومیت سے انگارہ اٹھا کر منہ میں رکھا تو زبان جل گئی۔ زبان کا جلنا حضرت موسیٰؑ کے لئے معجزے کی صورت اختیار کر گیا۔ ان کی زبان میں لکنت آ گئی اور وہ خدا سے یہ دعا کرتے نظر آئے:

''اے خدا! میری زبان کی گرہ کھول دے۔ میرے بھائی ہارونؑ کو میرا وزیر مقرر فرما دے۔'' گویا خدا کو بتلانا تھا کہ یہ وہی پیغمبر ہے جس کی تیرے گھر میں آزمائش ہوئی۔ پہچان لے اس کی زبان میں لکنت ہے۔

یعنی انسان کا ارادہ بدل سکتا ہے۔ نمرود کا ارادہ بدل سکتا ہے۔ مگر محمدؐ اور آل محمدؐ کے ارادے متزلزل نہیں ہو سکتے ان کے عزم کا یہ عالم ہے کہ خاتم النبینؐ فرماتے نظر آئے۔ دنیا والے اگر مرے

ایک ہاتھ پر چاند اور ایک ہاتھ پر سورج رکھ دیں تب بھی میرا ارادہ نہیں بدلے گا اور میں خدا کے دین کی تبلیغ سے باز نہیں آؤں گا۔ پھر خدا نے اپنے حبیبؐ کو معراج نصیب فرمائی۔ آپ قاب قوسین اوادنیٰ کی منزل پر پہنچے۔ اپنی بندگی کا اعتراف کرتے ہوئے بارگاہ رب الارباب میں حاضر ہوئے تو خدا نے نماز کا تحفہ عنایت فرمایا۔ رسولؐ نے امت کو یہ تحفہ دیا اور فرمایا کہ نماز مومن کی معراج ہے۔ اس کو قائم کرنا ہر مومن مسلمان کا فرض ہے۔ نماز جو رسولؐ کو معراج میں عطا ہوئی آج تک باقی ہے اور مومن کو خدا کی یاد دلا رہی ہے۔

حسینؑ نے بھی کربلا میں خالق کی عظمت کے ساتھ نماز ادا کی، ظہر کی نماز بھوک و پیاس اور تیروں کی بارش کے باوجود ادا کی۔ کربلا کی زمین پر آپ کا وقت عصر آخری سجدہ قیامت تک یاد رہے گا۔ کربلا میں سجدہ کر کے حسینؑ نے بتایا کہ معبود کے سوا کسی کا ارادہ طاقتور نہیں۔ قدرت ناز کرتی ہوئی آواز دے گی۔ حسینی ارادہ اللہ کی ارادوں کی شان لئے ہوئے ہے۔ گردن کی رگ کٹ رہی ہے سر گردن سے جدا ہو گیا ہے پھر بھی نیزے پر حق کی دعوت دیتا جا رہا ہے۔

—☆☆☆—

قلب مومن میں وفا بن کے یوں جلتا ہے چراغ

قلب مومن میں وفا بن کے یوں جلتا ہے چراغ
یاد مظلوم میں ہے غرق سلگتا ہے چراغ

شب عاشور حرم کا وہ سماں اللہ اللہ
دست مادر میں ہر ایک سنورتا ہے چراغ

شام وہ شام غریباں وہ شام کا منظر
ڈوب کر حق میں مظلوم کا جلتا ہے چراغ

ہر عزاخانے میں روشن ہیں چراغیں دیکھو
شکر خالق ہے کہ ایمان کا جلتا ہے چراغ

شام غم تیری شفق ہے یا شہیدوں کا لہو
صبح اور شام اسی رنگ میں ڈھلتا ہے چراغ

زیبا شبیرؑ کا غم ہو جو میسر جس کو
اسے انوار کی سرکار سے ملتا ہے چراغ

چوتھی مجلس

اَعُوذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیطٰنِ الرَّجِیمِ ○ بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیمِ ○
اَلحَمدُلِلّٰہِ رَبِّ العَالَمِینَ. بَارِئُ الخَلَائِقِ اَجمَعِینَ.
وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی اَشرَفِ الاَنبِیَاءِ وَالمُرسَلِینَ
خَاتَمَ النَّبِیّٖنَ رَحمَۃٍ لِّلعَالَمِینَ اَبِی القَاسِمِ مُحَمَّدٍ.
وَعَلٰی وَزِیرِہٖ وَوَصِیِّہٖ اَمِیرِالمُؤمِنِینَ اِمَامَ المُتَّقِینَ
یَعسُوبَ الدِّینَ اِمَامَ المَشَارِقِ المَغَارِبِ عَلِیَّ بنَ اَبِی طَالِبِ.
وَعَلٰی اَھلِبَیتِہِ الطَّیِّبِینَ الطَّاھِرِینَ المَعصُومِینَ وَصَحبِہِ المُنتَجبِینَ.

کچھ علمداراںِ حق سر دے کے ایمان لے گئے
کچھ اسیران ہوس نیزوں پہ قرآن لے گئے
ہائے کیا گل چین ملے تھے گلشن اسلام کو
گل چنے ایسے گلستاں کا گلستان لے گئے

فغان وابستہ سرور

کیا برابر کی رہی ہے دودھ کی تاثیر بھی
بھائی کے نقش قدم پر چل پڑی ہمشیر بھی
قیدیوں کے بھیس میں آگے بڑھی شبیریت
اس حیات نو میں گم ہے زینبؑ دلگیر بھی

فغان وابستہ سرور

قل کفٰی باللّٰہ شھیدًا بینی و بینکم و من عندہٗ علم الکتاب○ اے رسولؐ! کہہ دیجئے! ہمارے اور تمہارے درمیان اللہ اور وہ شخص جس کے پاس کتاب (آسمانی) کا علم ہے بطور گواہ کافی ہیں۔ (سورۂ رعد، آیت۴۳)

خالق کائنات خدائے لم یزل شانِ رسالتؐ کو واضح کرتا ہوا شانِ امامت اور شان ولایت جو علم الکتاب میں پنہاں ہے کے بارے میں رطب اللسان ہے۔ اللہ نورٌ علیٰ نور ہے اور اللہ کا حبیبؐ فرماتا ہے کہ اول ماخلق اللّٰہ نوری. خالق کائنات نے سب سے پہلے میرے نور کو خلق کیا تھا۔

انسانی دل و دماغ میں یہ خیال رونما ہوتا ہے کہ خالق کی نظر رحمت محمد مصطفیؐ پر کیوں پڑی۔ اس نے اپنے حبیبؐ کو جو سب سے پہلے خلق کئے گئے اور اس وقت بھی نبی تھے جب آدمؑ آب و گِل کے درمیان تھے عالم ظاہر میں خاتم المرسلین بنا کر کیوں بھیجا۔

جب ہم تاریخ کا مطالعہ کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے یکے بعد دیگرے ہزاروں نبی آئے، پیغمبر آئے اور اولوالعزم رسول آئے۔ حضرت آدمؑ سے لے کر حضرت عیسیٰؑ تک غور کریں ان میں کوئی بھی اول ماخلق اللّٰہ نوری کہتا ہوا نظر نہیں آتا۔ البتہ خالق کائنات اولین مخلوق کو آخری نبی بنا کر عالم ظاہر میں بھیجتا ہے۔ خدا چاہتا تو انہیں پہلے ہی بھیج دیتا۔

خالق کائنات کی مشیّت سمجھ میں آنے لگتی ہے جب ہم

قرآن پاک کا مطالعہ کرتے ہیں۔ خالق فرشتوں سے کہہ رہا ہے: انّی جاعلٌ فی الارض خلیفۃO غور کریں کہ یہاں فرشتوں سے خطاب ہے: واذ قال ربک للملئکۃ. جب پروردگار نے فرشتوں سے کہا: انّی جاعلٌ فی الارض خلیفۃO میں زمین پر ایک خلیفہ بنانے والا ہوں۔ یہ سن کر فرشتوں میں اضطراب پیدا ہوا اور وہ کہنے لگے: اَتجعل فیھا من یفسد فیھا و یسفکُ الدّمآءO اے پروردگار کیا تو ایسے کو خلیفہ بنائے گا جو زمین میں فساد مچائے اور خونریزی کرے گا۔ و نحنُ نسبّحُ بحمدک و نُقدسُ لکO حالانکہ ہم تیری تسبیح و تقدیس کرتے ہیں۔ قال انّی اعلم مالا تعلمونO خالق نے جواب دیا میں جو جانتا ہوں وہ تم نہیں جانتے۔

خدا نے انّی اعلم مالا تعلمون اس لئے کہا کہ اس کے پردے میں اسلام کی شان تھی۔ اس کا راز یہ تھا کہ جس اسلام کو پیش کرنا تھا اس کی بنیاد کیلئے بزم کائنات کو سجایا اور ایک کے بعد دوسرا پیغمبر بھیجتا رہا یہاں تک کہ ایک حدیث میں ہے کہ خدا نے ہدایت کیلئے ایک لاکھ چوبیس ہزار نبیوں کو بھیجا۔

مقصد خدائے متعال سمجھ میں آنے لگتا ہے کہ اسلام کو صرف میرا حبیبؐ اور میرے حبیبؐ کے بتائے ہوئے رہبر ہی مکمل کریں گے۔ ان کے نور کو خدا نے حضرت آدمؑ کے صلب میں رکھا اور فرمایا:

اے آدمؑ! یہ نہ ہوتے تو ہم تم کو خلق نہ کرتے، یہ نہ ہوتے تو ہم دنیا کو خلق نہ کرتے۔ اے آدمؑ! یہ وہ ہیں جن کے لئے ہم نے

کائنات بنائی، یہ وہ ہیں جن کی تصدیق کے لئے تم کو خلق کیا، یہ وہ ہیں جن کا عرفان ہماری منزلِ عرفان کا پتہ دے گا، یہ وہ ہیں جن کی مرضی ہماری مرضی ہوگی اور یہ وہ ہیں جن کی خوشی ہماری خوشی ہوگی۔

اے آدمؑ! ان کو ہم تمہاری اولاد میں ظاہر کریں گے۔ جو بھی ان میں سے کسی ایک کو ناراض کرے گا میں اس کو نہیں بخشوں گا۔ یہ ہمارے نور کے جلوہ گر ہیں۔ اس لئے ہم نے انہیں ہمارے ناموں سے مشتق کیا ہے۔ میں محمود ہوں یہ محمدؐ ہیں۔ میں اعلیٰ ہوں یہ علیؑ ہیں۔ میں فاطر ہوں یہ فاطمہؑ ہیں۔ میں محسن ہوں یہ حسنؑ ہیں۔ میں قدیم الاحسان ہوں یہ حسینؑ ہیں۔ صلوٰۃ

آدمؑ کو ملاءِ اعلیٰ میں عرفان پنجتن دیا جارہا تھا۔ آدمؑ نے پنجتن کو پہچانا۔ ہر بشر میں عرفان کا عالم سمجھ میں آنے لگا۔ انسان کو اشرف المخلوقات کے لقب سے نواز دیا۔ اولادِ آدم کو خالق جس نور سے نواز رہا تھا وہ نور خلقتِ کائنات سے پہلے پیدا ہوا۔ یہ منشائے خالق کے مطابق رضائے الٰہی کو تسلیم کر رہے تھے اور اس کی عبادت کررہے تھے۔ ایک طرف ربوبیت اپنے حبیبؐ کی عبادت پر خوش ہو رہی تھی تو ایک طرف خدا کا حبیبؐ اپنے خالق کی عبادت میں ڈوبا ہوا تھا۔ قدرت ان کے اس عمل پر نازاں و شاداں تھی۔ ربوبیت نے اپنے نور کا پیمانہ چھلکا دیا تو نور محمدیؐ نور الٰہی لے کر جلوہ گر ہوا۔ صلوٰۃ

حبیب خداؐ اپنے خالق کے ہر حکم پر عمل کرتا جا رہا تھا۔ رحمت خداوندی جوش میں آئی۔ آواز دی: اے حبیبؐ! مانگ کیا مانگتا

ہے۔ میں تیری عبادت کا عوض دینا چاہتا ہوں۔ خالق کی نوازش کا یہ عالم ملاحظہ ہو۔ حبیب خداؐ نے التجا کی کہ اے میرے معبود! میں جانتا ہوں کہ تو نے مجھے اپنے نور سے خلق کیا اور تو مجھ کو نبوت سے سرفراز کر کے عالم ظاہر میں بھیجے گا۔ رسالت کی آخری منزل پر فائز کرے گا۔ اے معبود! اگر تو میری عبادت کا عوض دینا چاہتا ہے تو میری امت کو روز حشر بخش دینا۔

قدرت نے اپنے حبیبؐ کی دعا سن کر اپنی قبولیت کا اظہار اس طرح سے کیا کہ آدمؑ سے لے کر مسیحؑ تک ہر پیغمبر اسلام لے کر عالم ظاہر میں آیا اور خالق نے ان سبھوں سے اقرار لیا دیکھو تم کو کتاب دے کر بھیج رہا ہوں جب میرا حبیبؐ جب تمہارے درمیان آئے تو اس کی تصدیق کرنا، اس پر ایمان لانا اور اس کی مدد کرنا۔ سارے نبیوں نے مل کر یہ عہد کیا۔ خالق کہہ رہا ہے تم سب آپس میں گواہ رہو اور تمہارے ساتھ میں گواہ ہوں۔

واذ اخذ اللّٰہ میثاق النبیین لمآ اتیتکم من کتب و حکمة ثم جآئکم رسول مصدق لما معکم لتومنن به و لتنصرنه ط قال ءَ أقررتم و اخذتم علی ذلکم اصری ط قالوآ اقررنا ط قال فاشهدوا وانا معکم من الشّهدینO جب خدا نے پیغمبروں سے اقرار لیا کہ جب میں تم کو کتاب اور حکمت عطا کروں اس کے بعد تمہارے پاس کوئی رسول آئے اور جو کتاب تمہارے پاس ہے اس کی تصدیق کرے تو تم ضرور اس پر ایمان لانا اور ضرور اس کی

مدد کرنا۔ خدا نے پوچھا کہ بھلا تم نے اقرار کرلیا ان باتوں پر جو ہم نے تم سے اقرار لیا تم نے میرے عہد کا بوجھ اٹھایا۔ سب نے عرض کیا ہم نے اقرار کیا۔ خدا نے فرمایا کہ تم اس عہد و پیمان کے گواہ رہنا۔ اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہ ہوں۔ (سورۂ آل عمران: آیت ۸۱)

یہ بزم انبیاؑء میں اعلان تھا۔ اس لئے خالق نے جب دیکھا کہ اسلام اپنے آپ کو منواتا نظر نہیں آتا تو اس نے سلسلہ انبیاؑء کے آخری نگین اور تاجدار انبیاؑء کو سارے عالم کا نبی بنا کر بھیجا۔ سارے عالم کے لئے رحمت بنا کر بھیجا۔ یہاں خالق کا فرمان سمجھ میں آجاتا ہے کہ اس نے تخلیق آدمؑ کے وقت فرشتوں سے یہ کیوں کہا تھا کہ انی اعلم مالا تعلمونo میں جو جانتا ہوں وہ تم نہیں جانتے۔ چونکہ نگاہ خالق ازل سے دیکھ رہی تھی کہ آدمؑ کو بھیجوں گا تو اسلام کی تکمیل نہیں ہوگی۔ نوحؑ کو بھیجوں گا تو اسلام کی تکمیل نہیں ہوگی۔ ابراہیمؑ کو بھیجوں گا تو اسلام کی تکمیل نہیں ہوگی۔ موسیٰؑ کو بھیجوں گا تو اسلام کی تکمیل نہیں ہوگی۔ عیسیٰؑ کو بھیجوں گا تو اسلام تکمیل نہیں ہوگی۔ اس لئے خالق کائنات نے سب سے آخر میں تکمیل اسلام کے لئے اپنے حبیبؐ کو مبعوث فرمایا اور کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رّسول اللہ ساری دنیا کی وسعتوں میں پھیل گیا اور آج ہر ملک اور ہر علاقے سے اذان میں توحید اور رسالت کی گواہی گونجتی ہے۔

مکتب الٰہی کا نور اول جس نے بارگاہ اقدس میں عصمت کی منزل کو عبور کیا، طہارت کی منزل کو عبور کیا، صبر کی منزل کو عبور کیا،

عبادت کی منزل کو عبور کیا، شجاعت کی منزل کو عبور کیا، خلوص کی منزل کو عبور کیا۔ کیونکہ یہ صفات تکمیل اسلام کے لئے ضروری تھیں اس لئے خالق نے انہیں ان صفات سے متصف کر کے بھیجا۔ اس لئے وہ وہی چاہتے ہیں جو خالق چاہتا ہے اور ان کا کوئی عمل خالق کی مرضی کے خلاف نہیں ہوتا۔ **وما تشآؤن الا ان یشآء اللّٰہ.**

ارشاد باری ہے: **قل کفٰی باللّٰہ شھیدا بینی و بینکم و من عندہ علم الکتاب.** اے رسولؐ! کہہ دیجئے! ہمارے اور تمہارے درمیان اللہ اور وہ شخص جس کے پاس کتاب (آسمانی) کا علم ہے بطور گواہ کافی ہیں۔

اس شخص کا علم کتاب کس منزل پر ہوگا جس کا انتخاب قدرت کر رہی ہے۔ ظاہر ہے کہ اس کا علم ابتدا اور انتہا پر محیط ہوگا۔

چونکہ علم کتاب کا جاننے والا صرف کتابیں پڑھ کر ہی نہیں سنائے گا۔ علم کتاب کا مالک صرف قرآن کی تفسیر ہی نہیں بتائے گا۔ علم کتاب کا مالک صرف احکام شریعت کو ہی واضح نہیں کرے گا۔ علم کتاب کا مالک صرف علم کی منزلوں کو ہی نہیں سمجھائے گا۔ علم کتاب کا مالک صرف حق و باطل کی منزلوں سے ہی آشنا نہیں کریں گا۔ علم کتاب کا مالک وہ ہوگا جو کائنات کی ہر شے کا عدم سے وجود کی طرف منتقل ہونے کا مکمل علم رکھتا ہوگا۔ اس کا علم حقیقت باطنی اور حقیقت ظاہری دونوں حقیقتوں کو گھیرے ہوئے ہوگا۔ چونکہ وہ اللہ اور اس کے رسولؐ کے درمیان گواہ بن کر آیا ہے۔ مقام الوہیت سے بھی

واقف ہوگا اور مقام رسالت سے بھی واقف ہوگا۔ جو گواہی دینے والا حقیقتوں کا علم نہیں رکھتا ہوگا اس کی گواہی قابل قبول نہیں ہوگی۔

قدرت نے جس شخص کو علم کتاب کے لئے منتخب کیا ہے اس کا علم اتنا وسیع ہوگا کہ اسے بیک وقت عرفانِ خداوندی بھی حاصل ہوگا اور عرفانِ رسالت بھی حاصل ہوگا۔ وہ وحدانیت اور رسالت دونوں کا مظہر ہوگا اور اول ماخلق اللّٰہ نوری کا مصداق بھی ہوگا۔ اسی لئے علیؑ کیلئے رسول اکرمؐ نے فرمایا تھا: اناوعلیؑ من نورٍ واحد.

محمدؐ وعلیؑ دونوں ایک ہی نور سے خلق ہوئے ہیں۔ اس نور کے ایک پہلو سے رسالت عیاں ہوئی اور دوسرے پہلو سے ولایت ہویدا ہوئی۔ یہ دونوں عالم نور میں یکجا تھے۔ دونوں عرفان الٰہی میں غرق تھے۔ قدرت ایک طرف اپنے حبیبؐ کی بندگی پر سرشار تھی تو ایک طرف اپنے ولی کے عرفان الٰہی پر نازاں تھی۔

اب جتنے کمالات ذات احد کے مانے جائیں گے اس کا ظہور ذاتِ محمدؐ سے ہوگا۔ انا و علیؑ ومن نور واحد. کے مطابق علیؑ ذات احد اور ذاتِ احمدؐ کا مظہر کہلائے گا۔ چونکہ وہ صاحب علم لدنی ذات محمدؐ کا مظہر ہے اس لئے خداوند عالم اسے علم کتاب سے آراستہ کر کے اس عالم ظاہر میں بھیجتا ہے اور خدا کا رسولؐ اس کی شان میں فرماتا ہے: انا مدینۃ العلم و علیؑ بابھا.

اُدھر اللہ کے حکم سے صاحب علم کتاب کی گواہی قبول اِدھر رسولؐ کا ارشاد کہ میں علم کا شہر ہوں اور علیؑ اس کا دروازہ ہے۔ یعنی

باب رسالت پر جاؤ تم کو رسالت سمجھ میں آ جائے گی۔ یعنی رسالت کو پہچاننے سے پہلے باب علم کو پہچان لو۔ اسی در سے حسنؑ کی صلح سمجھ میں آئے گی۔ اسی در سے حسینؑ کی شہادت کا راز سمجھ میں آئے گا۔ اسی در سے زین العابدینؑ کے مصائب اور صحیفۂ کاملہ کی دعائیں سمجھ میں آئیں گی۔ اسی در سے باقرؑ اور جعفر صادقؑ کے علوم ظاہر ہوں گے۔ اسی در سے موسیٰ کاظمؑ اور علی رضاؑ کی شان سمجھ میں آئے گی۔ اسی در سے نقیؑ اور تقیؑ کے بیان کردہ مسائل سمجھ میں آئیں گے۔ اسی در سے حسن عسکریؑ کا اعجاز سمجھ میں آئے گا۔ اسی در سے غیبت امام کا راز سمجھ میں آئے گا۔ اول سے آخر تک علیؑ ہی علیؑ نظر آئیں گے۔ رسول اللہ یہ کہتے ہوئے نظر آئیں گے: اوّلُنا محمد، اوسطُنا محمد، آخرُنا محمد و کُلّنا محمد. ہمارا پہلا بھی محمد ہے، ہمارا منجھلا بھی محمد ہے، ہمارا آخر بھی محمد ہے، ہم سب کے سب محمد ہیں۔ رسول اکرمؐ سے لے کر امامؑ زمانہ تک سارے محمدؐ ہیں۔

محمدؐ سے محمدؐ تک جسے دیکھو محمدؐ ہے
خدا رکھے ہمارے رہبروں کا سلسلہ دیکھو

چونکہ ان کا حکم اللہ کا حکم۔ ان کا علم اللہ کا علم۔ ان کی رضا اللہ کی رضا۔ ان کا طریقہ اللہ کی خوشی کا باعث۔ ان کے عمل اللہ کے نزدیک مقبول۔ ان کی زبان اللہ کی زبان۔ ایک حکم ایک مرضی ایک پیغام۔ صلوٰۃ

خدا کے رسولؐ اشرف الانبیاءؑ بن کر آئے۔ آپ اولین و آخرین کے کمالات کے جامع بن کر آئے۔ آپ عالم ظاہر میں عمل کرتے جارہے ہیں اور امین کا خطاب پاتے ہیں مگر رسالت کا دعویٰ نہیں کرتے۔ قرآن کی آیت پڑھ کر نہیں سناتے۔ رسولؐ شعور کی منزلوں سے گزر کر بھی تبلیغ اسلام نہیں کرتے۔ کیونکہ جب تک رسالت کی گواہی دینے والا عالم وجود میں نہیں آتا خالق رسولؐ کو مسند رسالت پر نہیں بٹھاتا۔ جب تک عالم ظاہر میں علیؑ نہیں آئے رسولؐ نے اعلان بعثت نہیں کیا۔ جب تک قرآن کی تفسیر کرنے والا نہ آیا قرآن کا نزول نہیں ہوا۔ جہاد کا حکم نہیں آیا۔ جب تک شریک کار رسالت عالم ظاہر میں نہیں آیا تبلیغ رسالت شروع نہیں ہوئی۔

اللہ اور رسولؐ کا مظہر اس شان سے دنیا میں آیا کہ دیوارِ کعبہ شق ہوئی۔ خالق کے گھر مہمانی ہوئی۔ چچی نے جب آفتاب رسالت کی آغوش میں ماہ امامت کو دیا تو انہوں نے اس وقت تک آنکھیں نہیں کھولیں جب تک جمال رسالت کے نور کو نہیں دیکھا۔ امامت آغوش رسالت میں تلاوت کررہی ہے۔ رسالت تصدیق کررہی ہے۔

اے عزادارو! رسول اکرمؐ نے فرمایا تھا: ایھا الناس انی تارک فیکم الثقلین کتاب اللّٰہ و عترتی. اے لوگو! میں تم میں دو گرانبہا چیزیں چھوڑ کر جارہا ہوں، ایک اللہ کی کتاب اور دوسرے میری عترت۔

خدا فرماتا ہے: قل لااسئلکم علیه اجرًا الاالمودة فی

القربیٰ ○ اے رسولؐ! کہہ دیجئے کہ میں کچھ بھی اجر رسالت نہیں چاہتا مگر یہ کہ میرے قرابت داروں سے محبت کرو۔ (سورۂ شوریٰ، آیت ۲۳)

علیؑ کی منزلت رسولؐ ہی جانتے ہیں۔ آپ نے علیؑ کو خندق کے میدان میں کلِ ایمان اور خیبر کے معرکے میں کرار غیرفرار کہا۔ آپ کی شان میں جبرئیلؑ نے نادعلیاً مظہر العجائب کا قصیدہ پڑھا۔ ایک طرف خدا کا رسولؐ علیؑ کی فضیلتیں سنا رہا ہے۔ ایک طرف اللہ قرآن میں سند بھیج رہا ہے۔ چونکہ باب مدینۂ علم کو معلوم تھا کہ اللہ کے دین کو برقرار رکھنے کے لئے رسولؐ کا مظہر بن کر وہ کام کر دکھانا ہے جو خالق کی خوشنودی کا باعث ہو۔ یہی وجہ تھی کہ آپ ساری زندگی اللہ کی معرفت کے ساتھ اللہ کی خوشنودی کی راہ پر گامزن رہے۔

خدا کے رسولؐ جس اسلام کو پیش کررہے تھے وہ صرف بندگی کرنے کا نام نہیں تھا۔ وہ اسلام صرف اللہ کی وحدانیت کو منوانے کا نام نہیں تھا۔ وہ اسلام صرف کلمہ پڑھ کر مسلمان کہلانے کا نام نہیں تھا بلکہ انسانیت کے اعلیٰ درجے پر فائز ہونے کا نام اسلام تھا۔ وہ منزلیں سوائے ائمہ معصومینؑ کے کسی سے نہیں مل سکتی تھی اس لئے خدا کے رسولؐ نے فرمایا: انّی تارکٌ فیکمُ الثّقلین کتابَ اللّٰہِ و عِترتی.

یہ وہ لوگ تھے جو اپنے عمل سے اسلام کی تفسیر پیش کر رہے تھے۔ ایسے عمل جو معصیت سے دور ہوں اور خدا کی بارگاہ میں قبولیت

کا درجہ رکھتے ہوں۔ اب ہم کو اسلام وہاں نظر آیا جہاں بندگی اخلاص سے معمور ہوکر اپنے عمل کو پیش کر رہی تھی۔ عبادت کی منزل وہاں نظر آئی جہاں طہارت ایک چادر میں لپٹی ہوئی تھی۔ جود و سخا کی اس منزل پر ہیں کہ خوشنودی خالق کے لئے روٹیاں اٹھا اٹھا کر دے دیتے ہیں اور ھل اتیٰ کو لے لیتے ہیں۔ مساوات کی منزل پر غلام اور آقا میں کوئی فرق نہ تھا۔ مکمل کردار وہیں سمجھ میں آئے جہاں کردار زندگی صورتِ بندگی اختیار کر گئی تھی۔ گویا بندگی کو کتابَ اللّٰہِ و عِترتی میں سموکر اسلام کی صورت میں پیش کردیا جس کے کردار مکمل انسانیت کی جیتی جاگتی تصویریں ہیں۔ صلوٰۃ

عزادارو! اللہ کا ہادی جو عصمت کا لباس پہن کر آتا ہے۔ علم و ہدایت کا ذخیرہ لے کر آتا ہے۔ معجزات اور اختیارات لے کر آتا ہے۔ یہ رسولؐ اور آل رسولؐ کے سوا کسی اور میں نمایاں نہیں ہوں گے۔ ہدایت کے یہ مکمل نمونے پیروی کے لائق ہیں۔ یہی وہ رہبر ہیں جن کی زندگی تاریخ کے صفحات پر مشعل راہ بنی نظر آتی ہے۔ جہاں اختیارات رکھنے کے باوجود فاقے کر رہے ہیں۔ اختیارات رکھنے کے باوجود پیوند لگی چادر اوڑھے ہوئے ہیں۔ اختیارات رکھنے کے باوجود باغ میں مزدوری کرتے ہیں۔ اختیارات رکھنے والے کی شان تھی کہ وہ کبھی خواہش نفسانی سے کام نہیں لیتے۔ اختیارات کو اپنے مقصد کے لئے استعمال نہیں کرتے۔ ان کا عمل اور ان کا فعل عدل الٰہی کا نمونہ اور مشیّت الٰہی کا پابند تھا۔ خوش نصیب ہیں وہ لوگ

جو خود کو ان کی سیرتوں میں ڈھالنے کی کوشش کرتے ہیں اور حامل اسوۂ حسنہ رسول اعظمؐ کی پیروی کرتے ہوئے اس دنیائے دُوں سے رخصت ہوتے ہیں۔

خانۂ کعبہ اللہ کا گھر ہے حالانکہ اسے اللہ کے مخلص بندوں نے بنایا ہے۔ پھر بھی اللہ اسے جسے ابراہیمؑ اور اسماعیلؑ نے مل کر بنایا تھا اپنا گھر قرار دے رہا ہے۔ وہ خدا جو زمان و مکان سے بے نیاز ہے اس نے کعبے کو یہ شرف عطا کیا کہ اسے بیت اللہ کہا۔ کعبے کو یہ شرف کیسے ملا کہ وہ اللہ کی طرف منسوب ہوگیا اور اللہ نے اسے لوگوں کے لئے قبلہ قرار دے دیا۔

یاد رکھئے! اگر قیمتی پتھروں سے کوئی مسجد بنائی جائے اور وہ قبلہ رخ نہ ہو تو وہ مسجد، مسجد نہیں کہلا سکتی۔ چونکہ خالق کا حکم ہے کہ کعبے کو قبلہ قرار دے کر نماز پڑھو۔ اس لئے لازم ہے کہ ہر نمازی خانۂ کعبہ کو ہی قبلہ گاہ قرار دے۔ اللہ ایک خالی مکان کو بیت اللہ کہہ کر اپنے بندوں سے سجدہ کروا رہا ہے۔ اللہ تو مشرق اور مغرب ہر سمت موجود ہے۔ ہم چاہیں تو کسی بھی طرف رخ کر کے نماز پڑھ لیں لیکن ایسی نماز خدا کو قبول نہیں ہوگی کیونکہ وہ نماز باطل ہو جائے گی۔ وہ عبادت، عبادت نہیں ہوگی۔ کیونکہ یہ خدا کی بجائے نفس کی عبادت ہو جائے گی۔ کیا خالی گھر کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا شرک ہے؟ ہرگز نہیں۔ ہم کعبے کی طرف منہ کر کے خدا کو سجدہ کرتے ہیں نہ کہ کعبے کو۔ نہ کہ اس خالی گھر کو۔ کعبے کی طرف رخ کر کے سجدہ کیا تو یہ

سجدہ اللہ کو کیا ہے کعبے کو نہیں۔ اسی طرح اگر ہم نے کربلا کی خاک پر سجدہ کیا تو ہمارا یہ سجدہ اس مٹی کو نہیں بلکہ اس پاک مٹی پر خدا کو سجدہ ہے۔ کربلا کی وہ مٹی جو باعظمت ہے۔ جس خاک پر رسولؐ پاک کے نواسے نے سجدہ کیا ہے۔ جس خاک پر اسلام کے دفاع میں ان کا پاک خون بہا ہے۔ اس خاک کی عظمت یہ ہے کہ تاقیامت فرشتے زیارت حسینؑ کے لئے آتے رہیں۔ آج ہمارے سر جھکتے ہیں خاک کربلا پر اور رخ خانۂ کعبہ — قبلۂ دوعالم کی طرف ہوتا ہے۔

اب بھی سمجھ میں نہ آئے تو آیئے دیکھئے کہ مولود کعبہ فتح مکہ کے روز رسول اکرمؐ کے ساتھ کعبے میں داخل ہوتا ہے۔ وہ دوش رسولؐ پر چڑھ کر کعبے کو بتوں سے پاک کرتا ہے۔ کعبے پر ایک بہت بڑا بت نصب ہے۔ خدا کے رسولؐ نے علیؑ کو اپنے دوش مبارک پر سوار کیا اور فرمایا کہ اس بت کو گرادو۔ ہم کہیں گے اے خدا کے رسولؐ! اے خدا کے حبیبؐ! آپ نے انگلی کے اشارے سے چاند کو دوٹکڑے کیا، آپ کے اشارے سے آفتاب پلٹ آیا، آپ کے ہاتھوں پر سنگریزوں نے تسبیح پڑھی، یارسول اللہؐ! آپ پر ہماری جانیں قربان۔ اشارہ کردیجئے تاکہ بت گر پڑے۔ حضور اکرمؐ کا جواب ہوگا آج ہم بت شکنی بھی کریں گے اور بت شکن کی منزلت بھی بتائیں گے۔

اب دیکھئے! دوش رسول اکرمؐ پر علیؑ بلند ہیں۔ خدا کا محترم گھر ہے۔ خدا کا رسولؐ موجود ہے۔ رسولؐ کے دوش پر مہر نبوت ہے۔ مگر رسول نے علیؑ کو اپنے دوش پر سوار کیا ہے تاکہ ان کی عظمت

ظاہر ہو۔ علیؑ بت گرا رہے تھے اور رسول فرما رہے تھے: جآء الحق و زھق الباطل ان الباطل کان زھوقاo دیکھو! حق آیا اور باطل مٹ گیا اور باطل تو ہے ہی مٹنے کے لئے۔

گویا بتلا رہے تھے کہ دیکھو یہ میرے بعد سلسلۂ ہدایت کی پہلی کڑی ہے۔ رسول اکرمؐ کا اشارہ بتلا رہا ہے کہ اسلام اس وقت تک باقی رہے گا جب تک میرا آخری وارث نہیں آجائے گا۔ آج پہلا وارث کعبے میں دوش رسالت پر سوار ہے اور میرا آخر وارث بھی اسی کعبے سے ظاہر ہوگا اور زمین کو عدل و انصاف سے بھر دے گا جس طرح یہ ظلم اور جور سے بھری ہوئی ہوگی۔ اس وقت حضرت عیسیٰؑ آسمان سے اتریں گے۔ وہ ہمارے وارث کے ظہور کا وقت ہوگا۔ جس کا نام میرا نام ہوگا اور جس کی کنیت میری کنیت ہوگی۔ یہ مہدیؑ آخرالزمان اللہ کے دین کے محافظ ہیں اور کعبے کے وارث ہیں۔ پیغمبر دو عالم، حسینؑ کو دوش پر سوار کراتے ہیں اور سجدے کو طویل کر دیتے ہیں گویا آپؐ اپنے نواسے کو کربلا کے لئے تیار کر رہے ہیں۔ کربلا میں جب وعدۂ طفلی کو ادا کرنے کا وقت آئے گا تو حسینؑ نانا کے دین کو بچانے کے لئے سجدے میں سر کٹائے گا۔

جب ۶۰ھ میں یزید حلال محمدؐ کو حرام اور حرام محمدؐ کو حلال کر رہا تھا تو حسینؑ نے اپنے اعزاء اور انصار کے ساتھ راہ خدا میں قربانی پیش کر کے شریعت اسلام کو بچالیا اور کہا: اے پالنے والے! دین کی بقا کے لئے سر کٹا رہا ہوں۔ اے پالنے والے! نانا کے دین کو

قیامت تک سربلند رکھنا۔ الٰهی قد وفیت بعهد اوف بعهدک.
خداوندا! میں نے اپنا وعدہ پورا کردیا اب تو اپنا وعدہ پورا کر۔ آواز قدرت آئی: اے جنت کے سردار! آ جا ہماری جنت میں داخل ہوجا۔

بیشک حسینؑ نے وعدہ پورا کیا مگر رسولؐ کی پیروی کرنے والو! حسینؑ کے سر کو جس کو رسول اکرمؐ سینے سے لگائے رکھتے تھے نیزے پر چڑھا دیا گیا۔ رسولؐ کی پیروی کی یہ شان نہ تھی کہ رسولؐ جس گلے کے بوسے لیتے تھے اس پر خنجر پھیر دیا جائے۔ حسینؑ جس کا رونا رسول اکرمؐ کو گوارا نہ تھا روز عاشور اس پر ملائکہ کے رونے کا شور بلند ہے۔ حسینؑ بھی عباسؑ کی لاش پر رو رہے ہیں۔ کبھی اکبرؑ کی لاش پر، کبھی قاسمؑ کی لاش پر، کبھی اصغرؑ کی لاش پر۔

پیروی کی یہ شان نہ تھی کہ آل رسولؐ کے خیمے جلائے جائیں۔ بیمار امامؑ کا سجادہ پشت سے کھینچ لیا جائے۔ چھوٹے چھوٹے معصوم بچوں کو طمانچے مارے جائیں۔ باپ کے سینے پر سونے والی ننھی سکینہؑ کے گوشوارے چھینے جائیں۔ آل رسولؐ کو تین دن تک پیاسا رکھا جائے۔ شہادت کے بعد بیبیوں کے سروں سے چادریں چھین لی جائیں اور انہیں قیدی بنایا جائے۔

عزادارو! یہ کیسی پیروی تھی؟ یہ کیسے ظالم لوگ تھے کہ رسول اللہؐ سے بھی جن کا وہ کلمہ پڑھتے تھے حیاء نہیں کرتے تھے۔

بعد کربلا شام غریباں کا یہ عالم تھا کہ خیمے جل رہے تھے اور چادریں چھینی جارہی تھیں مگر علیؑ کی شیر دل بیٹی زینب کبریٰؑ بیبیوں کو

تسلیاں دے رہی تھیں۔ حسینؑ کی شہادت کے بعد ہائے رے سجادؑ کی مظلومی! کسی امام نے ایسی مظلومی میں امامت کو نہیں لیا جیسی مظلومی میں سید سجادؑ نے بابا سے اسرار امامت کو لیا۔

سید سجادؑ امامت کی پہلی منزل پر ہی تھے کہ زینبؑ پکار رہی تھیں: بیٹا سجادؑ! خیمے جل رہے ہیں۔ ہم باہر نکل جائیں یا جل کر مر جائیں۔ حضرت سجادؑ کہہ رہے ہیں: پھوپھی اماں! آپ سب باہر نکل جایئے۔ زینبؑ نے بتا دیا کہ میں فاطمہؑ کی بیٹی ہوں، علیؑ کی جائی ہوں، حسینؑ کی بہن ہوں، سجادؑ میرا بھتیجا ہے مگر امام وقت کی اجازت کے بغیر خیمے سے باہر نہیں نکلوں گی۔ عورتوں کو آگاہ کررہی تھیں کہ وقت پڑنے پر اللہ کے دین کو، اسلام کے ماننے والوں کو حق پر قائم رہنا چاہئے۔ زینبؑ نے ہر مقام پر سجادؑ کا ساتھ دیا۔ وہ امام وقت ہے۔ یہ پاسبان اہل حرم ہے۔ بازاروں اور درباروں میں زینب کبریٰؑ کے خطبے شہادت حسینؑ کو عالمگیر کر رہے تھے۔ ظاہری شکست خدائی فاتح پر قبضہ نہ کرسکی۔ حسینؑ آج بھی فاتح ہے اور تاقیام قیامت فاتح رہے گا۔ حسینؑ کی والدہ گرامی فاطمہؑ بنت رسول اللہؐ حسینؑ پر رونے والوں کو قیامت میں پروانۂ نجات دیں گی کیونکہ عزاداروں کے یہ آنسو رومال فاطمہؑ میں امانت ہیں۔

—☆☆☆—

خون حق جب بہہ گیا سرخیاں باقی رہیں

خون حق جب بہہ گیا سرخیاں باقی رہیں
روضۂ شبیرؑ پہ تجلیاں باقی رہیں
شمع بن کر نور کی شعاعیں چمکتی ہیں حضور
شام غربت بیت گئی نورانیاں باقی رہیں
نینوا آغوش میں بس گئی بزم حسینؑ
اقرباء کے اشک بہے موتیاں باقی رہیں
لوریاں دیدے کے ماں بہلاتی تھی بے شیر کو
حلق اصغرؑ چھد گیا معصومیاں باقی رہیں
مَشکِ سکینہؑ چھد گئی پیاسوں کی آس بہہ گئی
عباسؑ تیرا پرچم رہے گا تشنگیاں باقی رہیں
تھے امام وقت سجّادؑ پاسبان بنت علیؑ
مائیں تڑپ کر رہ گئیں گودیاں باقی رہیں
بے ردا تھے خاک پر اہل حرم آل رسول
رن میں سناٹا تھا چھایا سسکیاں باقی رہیں
سر بلند نیزے پہ تھے ظلم حد سے بڑھ گیا
بے کسی روتی رہی سیدانیاں باقی رہیں
دیکھ زیبا صبر زہراؑ آ گیا زینبؑ میں یوں
بھائی کے آنسو بہے مظلومیاں باقی رہیں

پانچویں مجلس

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ○ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○
اَلْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ. بَارِیُٔ الْخَلَائِقِ اَجْمَعِیْنَ.
وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی اَشْرَفِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ
خَاتَمَ النَّبِیِّیْنَ رَحْمَةٍ لِّلْعَالَمِیْنَ اَبِی الْقَاسِمِ مُحَمَّدٍ.
وَعَلٰی وَزِیْرِهٖ وَوَصِیِّهٖ اَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِمَامَ الْمُتَّقِیْنَ
یَعْسُوْبَ الدِّیْنَ اِمَامَ الْمَشَارِقِ الْمَغَارِبِ عَلِیَّ بْنَ اَبِیْ طَالِبٍ.
وَعَلٰی اَهْلِبَیْتِهِ الطَّیِّبِیْنَ الطَّاهِرِیْنَ الْمَعْصُوْمِیْنَ وَصَحْبِهِ الْمُنْتَجِبِیْنَ.

کچھ علمدارانِ حق سر دے کے ایمان لے گئے
کچھ اسیران ہوس نیزوں پہ قرآن لے گئے
ہائے کیا گل چین ملے تھے گلشن اسلام کو
گل چنے ایسے گلستان کا گلستان لے گئے

فغان وابستہ سرور

بیٹی علیؑ کی تربت زہرؑا پہ آتی ہے
کرتا لہو بھرا ہوا بھائی کا لائی ہے
کہتی ہے اے حسینؑ کی امان اٹھو اٹھو
زینبؑ سے کربلا کا ذرا ماجرا سنو

فغان وابستہ سرور

کلام پاک میں ارشاد خداوندی ہے: واستعینوا بالصبر والصلوۃ ؕ سہارا لو صبر اور نماز کا۔

یوں تو دو ہی لفظ ہیں صبر اور نماز۔ مگر یہ دو لفظ انسانی زندگی کے تمام مراحل کا احاطہ کرتے ہیں۔ بیشک صبر وہ سہارا ہے کہ جو زندگی کے ہر پہلو پر جہاں مشکلیں دم توڑ جاتی ہیں اور انسان بیگانہ نظر آتا ہے کارفرما ہے۔

اس میں شک نہیں کہ حق کے راستے پر گامزن ہونا بہت دشوار ہے اتنا دشوار کہ ساری مادّی قوتیں جواب دے جاتی ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ اگر مشکلیں نہ ہوتیں تو پھر سہارا ڈھونڈنے اور مدد لینے کی ضرورت ہی نہ ہوتی۔ جس انسان کا قدم حق کی طرف بڑھتا ہے وہ جانتا ہے کہ حق کی منزل تک پہنچنے کے لئے ہزاروں پیچیدہ راستے ملیں گے۔ اس راہ میں بہت سے ایسے مقام بھی آئیں گے جہاں اس کی ہمت پست ہوجائے گی اور ساری قوتیں جواب دے جائیں گی۔

ان منزلوں کو عبور کرنے کے لئے خلاق عالم نے انسان کو قوت صبر عطا کی ہے۔ یہ وہ جوہر ہے جو انسان میں ایسی قوت اور طاقت پیدا کردیتی ہے جس کے سہارے وہ آگے کی طرف اپنے قدم بڑھاتا ہے۔ اس کا ہر قدم بتاتا ہے کہ آگے روشنی ہوگی۔ صبر کئے جاؤ گھٹاؤں کے بادل چھٹ جائیں گے۔ ان گھٹاؤں کی اوٹ میں روحانی مسرت حاصل ہوگی۔ انسان کو صبر عطا کرنے والا کہتا ہے:

اے انسان! تجھ میں ایک قوت صبر پوشیدہ ہے جس کو حاصل کرنے کے لئے تجھے چاہئے کہ نماز کا سہارا لے۔ نماز کو ہر حال میں قائم کر کیونکہ یہ وہ نعمت ہے جو زندگی کی ہر منزل پر کارفرما ہے۔

صبر یعنی وہ طاقت برداشت جو انسان میں لازمی طور پر کارفرما ہے۔ جتنا اس میں قوت صبر بڑھ جائے گی اتنی ہی اسے مشکلیں آسان نظر آئیں گی۔ اس کے ہر قدم پر صبر کے جوہر کھلتے نظر آئیں گے۔ اس کی ثابت قدمی کا مظاہرہ ہوگا۔ اس کے ساتھ ساتھ جب وہ قرآن کے بتائے ہوئے طریقۂ مدد یعنی نماز کا سہارا لے گا تو توفیق ربانی ضرور اس کے شامل حال ہوگی۔

صبر اور استقلال کا ثبوت دیئے بغیر غیبی طاقت کے سہارے کی امید کرنا بیکار ہے۔ خدا کہتا ہے کہ میرا بندہ حق کی راہ پر جتنا صبر کرے گا میں اسے دنیا و آخرت میں اتنا ہی بلند مقام عطا کروں گا۔

اس میں شک نہیں کہ انسان کٹھن منزل پر مادّی قوت کا سہارا ڈھونڈتا ہے۔ وہ شکست بھی کھاتا ہے۔ وسوسوں میں بھی گھِر جاتا ہے اور مایوسی کا شکار بھی ہوجاتا ہے لیکن جن لوگوں کے دل عظمت الٰہی سے متاثر ہوتے ہیں اور جو یہ سمجھتے ہیں کہ ایک دن معبود حقیقی کے آگے حاضر ہونا ہے انہیں اپنے معبود کی ذات سے بڑی ڈھارس ہوتی ہے اور وہ مشکلوں میں نہ گھبراتے ہیں اور نہ مایوس ہوتے ہیں۔

جب انسان اس دوراہے پر آجاتا ہے تو لامحالہ سوچتا ہے کہ اس کا معبود کون ہے؟ وہ معبود تک کیسے پہنچ سکتا ہے؟ اس کا معبود اس

سے کیا چاہتا ہے؟ اور بندہ اپنے معبود تک پہنچنے کے لئے کس راستے کا انتخاب کرے؟ وہ کون سا عمل کرے کہ اس کا معبود اس سے خوش ہو جائے؟ ایسے دوراہے پر خدا کا کلام اسے سیدھی راہ بتلاتا ہے۔ کلام پاک کہتا ہے کہ سہارا لو صبر کا اور نماز کا۔ یہ وہ سہارا ہے جس میں خوشنودیٔ خالق پنہاں ہے۔

اگر انسان چاہے تو ہر مشکل میں صبر کا دامن تھام سکتا ہے۔ اور نماز بھی اسے ہر وقت خدا کی یاد دلاتی رہتی ہے۔ خدا ہر لحظہ ہر انسان کے ہر عمل کی نگرانی کررہا ہے۔ انسان کا کوئی عمل اس سے پوشیدہ نہیں ہے۔ وہ تو دلوں کے راز بھی جانتا ہے۔ کتنا بھی کہیں کوئی چھپ جائے خدا کی نگاہ سے چھپ نہیں سکتا اور کتنا بھی کوئی لوگوں کی نگاہوں سے بچ جائے خدا کی نگاہ سے بچ نہیں سکتا۔ وہ ہر لمحہ ہمارے اعمال کا نگراں ہے۔ ہماری زندگی کی ابتدا اور انتہا دو سجدوں کے بیچ ہے۔ گویا ہمیں سبق دیا جارہا ہے کہ اے بندے! سوچ اور سمجھ کہ ہم نے تیرے مقابل حیات اور موت کو رکھ دیا ہے۔ نماز کا پہلا سجدہ بتاتا ہے کہ ہم اسی مٹی سے پیدا کئے گئے ہیں اور دوسرا سجدہ بتاتا ہے کہ اے غافل انسان یہ نہ بھول کہ تجھے دوبارہ اسی مٹی میں جانا ہے۔

دوقدم منزل حیات و عدم
اے مسافر تیرا سفر کتنا

—

فغان وابستہ سرور

مشاہدہ بھی عجیب چیز ہے جو انسان کو حیران بھی کرسکتا ہے

اور مطمئن بھی۔ ہر شئے کی ضد ہوتی ہے جس سے وہ شے پہچانی جاتی ہے۔ کہتے ہیں **تعرف الاشیاء باضدادھا**. مثلاً موت کی ضد حیات اور عدم کی ضد وجود ہے۔

عالم تخلیق کو لیجئے! جہاں حیوان ناطق ہے وہاں حیوان مطلق ہے، جہاں پتھر ہے وہاں پانی ہے۔ اسی طرح احساس انسانی کو لیجئے! جہاں بعض لوگوں میں احساس کمتری ہوتا ہے وہاں بعض میں احساس برتری پایا جاتا ہے۔ عمل کو لیجئے! جہاں ایک کام کرنے کی صلاحیت ہوتی ہے وہاں ایک کام نہ کرنے کی صلاحیت پائی جاتی ہے۔ اسی طرح یہ دنیا نہ اچھوں سے خالی ہے نہ بروں سے، ہر انسان میں کوئی اچھائی اور کوئی برائی ہوتی ہے۔

اگر کوئی کہے کہ فلاں انسان سرتاسر نیکی کا پیکر ہے تو یہ غلط ہے اور اگر کوئی کہے کہ فلاں انسان صرف برائی کا پیکر ہے اور اس میں برائی کے سوا کچھ نہیں تو یہ بھی غلط ہے۔ ہر نمازی اگر پاکباز ہوتا اور اس میں صرف نیکیاں ہی نیکیاں ہوتیں تو نماز گزاروں سے غلطیاں نہ ہوتیں۔ اس منزل پر قوت امتیاز جواب دے جاتی ہے۔ طاقت فکر ختم ہو جاتی ہے۔ یہی وہ منزل ہے جہاں طائر فکر دم توڑ دیتا ہے۔ اسی منزل پر انسان صبر کے سہارے حق کو پالیتا ہے۔

انسانی ارادوں میں جب ایسی طاقت عود آتی ہے تو قوت ارادی معجز نما ہو جاتی ہے۔ باوجود اس کے کہ انسان میں احساس کمتری ہوتا ہے وہ خطا نہیں کرتا۔ اس کا ہر قدم یہ بتاتا ہے کہ میرا ایک راستہ

ہے اور وہ حق کا راستہ ہے۔ آیئے کربلا میں انصار حسینؑ کو دیکھئے! ان کے ایمان کو دیکھئے! ان کے صبر کو دیکھئے! ان کی شجاعت کو دیکھئے! ان کی فداکاری کو دیکھئے! ان کے جوش اور ولوے کو دیکھئے! تو صبر و استقامت کا راز سمجھ میں آجائے گا۔ حسینؑ تو معصوم تھے ان کے مراتب کچھ اور ہی ہیں مگر انصار حسینؑ بھی صبر کی اعلیٰ منزل پر فائز تھے۔

ہمارا روئے سخن ان ہستیوں کی طرف نہیں ہے جن پر ہمارا ایمان ہے۔ نہ ان کی طرف ہمارا اشارہ ہے جنہوں نے امام عالی مقامؑ کا ساتھ دینے کا وعدہ کیا تھا اور اسے اپنے خون کے آخری قطرے تک نبھایا بھی تھا۔ بلکہ ہمارا اشارہ حرؑ کی طرف ہے جس نے پہلے پہل امام حسینؑ کا راستہ روکا تھا۔ کوئی مؤرخ یا عالم نہ بتا سکے گا کہ اس منزل میں حرؑ ابن یزید ریاحی کے کون سے جذبات کارفرما تھے جس کی وجہ سے اس نے امام حسینؑ کا راستہ روکا تھا۔ کیا وہ اس عمل کے بعد خدا اور اس کے رسولؐ کی نظر میں اچھا ثابت ہوسکتا تھا؟ جواب ملے گا نہیں۔ مگر دو قدم اور آگے دیکھئے! صفت نیکی جب اس کے ناقص عمل پر غالب آجاتی ہے تو عین میدان کارزار میں وہ صفوں کو چیرتے ہوئے امام کے قدموں پر خود کو گرا دیتا ہے۔ جام شہادت سے سیراب ہوکر قیامت تک کے لئے نام چھوڑ جاتا ہے۔ اسی منزل کو آگہی کہتے ہیں۔

میری بہنو! معصومؑ کی منزل بہت کٹھن ہے۔ ان کا عرفان نہ ہوگا تو ایمان کی منزل بھی سمجھ میں نہیں آئے گی۔ معصوم رضائے خالق

اور مشاہدۂ جمال قدرت میں محو ہوتا ہے۔ خدا کی محبت اس کے دل میں جاگزیں ہوتی ہے۔ وہ خواہشات نفسانی اور شیطانی سے رہائی پاکر جمال خدا کے مشاہدے میں مشغول رہتا ہے۔ جلال عظمت الٰہی اس کے دل پر جلوہ گر ہوتا ہے۔ کمال معرفت کے سبب وہ پروردگار کا مقرب بنا رہتا ہے۔ اپنے پروردگار کی رضا مندی کے سوا اور کوئی شے اس کے دل کے اطراف نہیں رہتی۔ باوجود قوت تصرف کے، بغیر حکم الٰہی تصرف نہیں کرتا۔ اللہ کی قربت کے لئے ہر منزل پر صبر کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ محمدؐ و آل محمدؐ کے لئے خالق نے فرمایا: وما تشآؤن الا ان یّشآء اللّٰہ. صبر جب یقین کی منزل پر آجاتا ہے تو کمال کی منزلوں کو عبور کرلیتا ہے۔ چونکہ یقین محکم اور عمل پیہم انسان کی قوت ارادی کو کمال معراج تک پہنچا دیتا ہے۔ اس کا یقین معجز نما ہوجاتا ہے اور وہ مقصد کو پالیتا ہے۔

یہی وہ منزل ہے جہاں انسان مہد کی منزل سے شعور کی منزل پر آتا ہے تو لحد کی منزلوں کو سنوارتا چلا جاتا ہے۔ چونکہ اسے یقین ہے کہ جب خالق نے زندگی دی ہے تو موت بھی خلق کی ہے۔ اسے یقین ہے کہ وہ جو بھی اچھا عمل کرے گا مرنے کے بعد اس کا صلہ ضرور پائے گا اسی لئے وہ نیکی کی راہ پر قدم بڑھاتا ہے اور برائی سے بچتا ہے۔ اسے یقین ہے کہ ایک دن زندگی کے قدم رک جائیں گے اور اس کی سانس اکھڑ جائے گی۔ وہ جانتا ہے کہ اس کا خدا عادل ہے اور اس کا فیصلہ غلط نہیں ہوگا۔ قیامت کے دن دودھ کا دودھ اور

پانی کا پانی ہوجائے گا۔ ومن یعمل مثقال ذرۃ خیرًا یرہ○ ومن یعمل مثقال ذرۃ شرًا یرہ○

یہی یقین ہوتا ہے جب وہ توحید کا اقرار کرتا ہے۔ نبوت کی گواہی دیتا ہے اور امامتؑ کی رہبری میں قدم بڑھاتا ہے۔ وہ خدا کے عادل ہونے پر اور قیامت کے برپا ہونے پر بھی یقین رکھتا ہے۔

اس لئے انسان کا فرض ہے کہ وہ اپنے دین کو سمجھے اور اس کی معرفت حاصل کرے۔ وہ جانے کہ اس کے اصول کیا ہیں اور اس کی تعلیمات کیا ہیں؟ اسلام کی تعلیم کس نے دی؟ اسلام کی حفاظت کے لئے قربانیاں کس نے دیں؟ کس کی اطاعت اور کس کی پیروی اسے صراط مستقیم پر برقرار رکھے گی؟ امام کا ارشاد ہے کہ معرفت کے ساتھ اٹھایا جانے والا ایک قدم بغیر معرفت اٹھائے گئے ستر قدموں سے بہتر ہے۔ اسی طرح معرفت کے ساتھ ادا کی جانے والی ایک نماز بغیر معرفت پڑھی جانے والی ستر نمازوں سے بہتر ہے۔ معرفت کے ساتھ کی گئی ایک نیکی دس نیکیوں پر بھاری ہے۔ مولائے کائنات کا فرمان ہے اول الدین معرفته. دین کی پہلی اساس اسکی معرفت ہے، کمال معرفت اس کی تصدیق ہے، کمال تصدیق اس کو واحد اور یکتا جاننا ہے، جب معرفت الٰہی پر یقین آیا تو ایمان کی جھلک ملی، نگاہوں میں تصور الٰہی ہوتا ہے، عمل ولایت کی جھلک ہوتی ہے۔

یاد رکھیئے! انسان کی زندگی میں ایک وقت آتا ہے جب انسان موت سے ہمکنار ہوجاتا ہے۔ انسانی روح پرواز کرجاتی ہے

اور خاکی جسم بے جان ہوجاتا ہے۔ مگر حساب باقی ہے، عمل باقی ہے، عقیدہ باقی ہے، جس کا جواب لحد کی منزل سے لے کر حشر تک چکانا ہے۔ یہ لمبا سفر انسان کو تن تنہا طے کرنا ہے۔ اس کے ساتھ کوئی نہیں جائے گا صرف اس کے اعمال اس کے ہمراہ ہوں گے۔ اس کا عقیدہ اس کے ہمراہ ہوگا۔ ائمہ معصومین فرماتے ہیں کہ قبر کی منزل بہت بھیانک منزل ہے۔ عالم برزخ کو عبور کرنا بہت مشکل ہے۔ ہمیں ہر وقت خدا سے اس کے رحم و کرم کی دعا مانگنی چاہیئے کہ وہ ہمیں برزخ کی منزلوں میں آسانیاں نصیب فرمائے اور ہمارا خاتمہ خیر کے ساتھ ہو۔ ایمان کی دولت کے ساتھ ہم اس دنیا سے اس دنیا کا سفر کریں تک ہمیں وہاں عذاب سے رہائی کی کوئی امید ہوسکے۔

کیونکہ اللہ کا حکم ہے کہ میرے بتائے ہوئے راستے پر چلو۔ میرا بندہ عاجزی کا پتلا ہوتا ہے غرور کا نہیں۔ جس نے بھی غرور کیا بارگاہ الٰہی سے نکالا گیا۔ قرآن کہتا ہے کہ وعبادُ الرحمٰن الذین یمشون علی الارض ھونًا واذا خاتبھم الجاھلون قالوا سلامًاo والذین یبیتون لربھم سجدًا و قیامًاo رحمٰن کے بندے زمین پر آہستگی سے چلتے ہیں اور جب جاہل ان سے (جاہلانہ) گفتگو کرتے ہیں تو وہ کہتے ہیں کہ تم اچھے رہو (یعنی ان کی باتوں میں یہ مٹھاس ہوتی ہے) اور ان لوگوں کی راتیں پروردگار کے آگے سجود و قیام میں گزرتی ہیں۔ (سورۂ فرقان: آیت ٦٣)

غرور اور تکبر کی روشن مثال ابلیس ہے۔ وہ عبادت گزاروں

میں شامل تھا اور اس نے برسوں اللہ کی عبادت کی تھی مگر حکم پروردگار کے مقابل اس کے غرور نے قیامت تک کے لئے اس کی گردن میں لعنت کا طوق ڈال دیا اور اسے خدا کی بارگاہ سے نکال دیا۔ صرف ایک آدمؑ کو سجدہ نہ کرنے کی یہ سزا ملی اسے۔ اس نے غرور کرتے ہوئے کہا کہ تو نے مجھے آگ سے بنایا ہے اور آدمؑ کو مٹی سے بنایا ہے اس لئے میں اس سے افضل ہوں اور میں اسے سجدہ نہیں کروں گا۔ اس نے خالق کے حکم سے سرتابی کی۔

یہی وہ منزل ہے جہاں انسان کو اشرف المخلوقات کا خطاب ملا۔ یقین کی منزل بھی ہے، عقیدے کی منزل بھی، محبت کی منزل بھی، نیکی کی منزل بھی، اطاعت کی منزل بھی، کردار کی منزل بھی۔ اسی منزل پر خالق انسان کو شرف سے نواز رہا تھا۔

آیئے! سلمان فارسیؓ کو یقین کی منزل پر دیکھئے۔ سلمانؓ نے اپنی زندگی علیؑ کے دَر دولت پر گزاری تھی۔ رسول اللہؐ کہہ گئے تھے کہ سلمانؓ جب تمہاری موت کا وقت قریب آئے گا تو مردے تم سے بات کریں گے اور ایسا ہی ہوا۔ سلمانؓ اپنے اہل خانہ سے کہتے ہیں کہ دیکھو میرے مرنے کے بعد میرے مولا علیؑ مرتضیٰ تشریف لائیں گے اور مجھے غسل دیں گے۔ اللہ رے! کیا نصیب ہے سلمانؓ کا۔

جب سلمانؓ اہل خانہ کو وصیت کر چکے تو دق الباب ہوا اور علیؑ تشریف لائے۔ آپ نے سلمانؓ کے چہرے سے چادر ہٹائی تو سلمانؓ آپ کو دیکھ کر مسکرائے اور انہوں نے آپ کے احترام میں اٹھنے کی

کوشش کی تو مولا نے فرمایا کہ اے سلمانؓ! لیٹے رہو تب سلمانؓ کی روح واپس لوٹ گئی۔ یہ ہے صاحب امر کی شان، معصوم کی شان، جانشین رسولؐ کی شان، امام کی شان، خلیفۂ رسولؐ کی شان۔

یہ حسینؑ کے بابا تھے جو یقین کی اس منزل پر فائز تھے کہ کہتے تھے **لو کشف الغطاء لازدت یقینًا**. اگر حجاب ہائے آسمانی میری نگاہوں کے سامنے سے ہٹا دیئے جائیں تو میرے یقین میں ذرّہ برابر اضافہ نہیں ہوگا۔ اسی علیؑ کا بیٹا حسینؑ کربلا میں یقین کی اعلیٰ ترین منزل پر فائز تھا۔ حسینؑ کی ماں نے حسینؑ کو صبر کا ایسا درس دیا تھا جو حسینؑ کی رگ رگ میں سما گیا تھا۔ باپ کے یقین اور ماں کے صبر کے وارث حسینؑ کربلا میں صبر و یقین کا عظیم الشان مظاہرہ کررہے تھے۔ حسینؑ اہل حرم کو بار بار صبر کی تلقین کرتے تھے۔ کربلا میں حسینؑ کے صبر اور یقین کا عالم دیکھئے کہ اکبرؑ جیسا جوان بیٹا جو رشک یوسفؑ تھا شہید ہوگیا۔ عباسؑ جیسا باوفا جری بھائی شہید ہوگیا۔ قاسمؑ جو بھائی کی نشانی تھا شہید ہوگیا۔ حبیب بن مظاہرؓ جیسا بچپن کا دوست شہید ہوگیا۔ تمام انصار شہید ہوگئے۔ شیرخوار اصغرؑ کے گلے پر تیر لگا۔ مگر حسینؑ کے صبر میں اضافہ ہی ہوتا رہا۔ حسینؑ کا یقین آگے ہی بڑھتا رہا۔ آخر وہ وقت بھی آیا کہ خود آپ رخصت آخر کیلئے خیمے میں تشریف لائے۔ بیمار امام کا بازو تھام کر سورۂ حمد کی تلاوت کی، اسرار امامت تفویض کئے اور فرمایا: بیٹا! اب یہ قافلہ تمہارے حوالے۔ بیٹا! صبر و یقین کی منزل پر باقی رہنا اور جب مدینے جانا تو ہمارے دوستوں کو ہمارا سلام کہنا اور کہنا کہ جب کبھی ٹھنڈا پانی پینا تو میری پیاس کو یاد

کرلینا۔ بہن زینبؑ کو وصیت کی کہ بہن! چادر چھن جائے گی، بازوؤں میں رسی آئے گی، مگر ہر حال میں صبر کرنا اور نانا کی امت کیلئے بددعا نہ کرنا۔ زینبؑ بہت مضطرب تھیں ان کو تسلی دی اور کہا کہ جب تک میری آواز سنائی دیتی رہے خیمے سے ہرگز باہر نہ آنا۔ غرض ہر ایک سے رخصت ہوئے۔ اہل حرم کو آخری سلام کیا۔ فرمایا: **یازینب یاام کلثوم یارقیة یاسکینة علیکن منی السلام.** اے زینبؑ و ام کلثومؑ! اے رقیہؑ وسکینہؑ! تم سب کو حسینؑ کا سلامِ آخر پہنچے۔ ماں کی کنیز فضہؓ کو بھی یاد کیا۔ فرمایا: اماں فضہؓ! تم کو حسینؑ کا آخری سلام۔ حسینؑ سب کو خداحافظ کہہ کر مقتل میں تشریف لائے۔

یہ عصر عاشور کا وقت تھا اور نبی کا نواسہ یکہ وتنہا زخموں سے چور چور تھا۔ فوج اشقیاء نے حسینؑ کو ہر طرف سے گھیر لیا تھا لیکن حیدر کرار کی شجاعت کے وارث نے ایسا بھرپور حملہ کیا کہ فوجوں کو پیچھے دھکیل دیا۔ کیسے نہ لڑتا فاتح خیبر کا لال تھا۔ ایک ایک ناری کو واصل جہنم کرتے اور کہتے جاتے کہ اب اسکی جنگ دیکھو جسکا جوان بیٹا مارا گیا، جس کا بتیس سال بھائی مارا گیا، اب پیاسے کی جنگ دیکھو! اور کبھی میدان کی طرف رخ کر کے کہتے تم نے نہ دیکھی جنگ پدر اے پدر کی جان! امام میدان سے بار بار پلٹ کر خیمہ گاہ کی طرف چلے آتے اور بلند آواز سے اناللّٰہ وانا الیہ راجعون کہتے تاکہ بیبیوں کی ڈھارس بندھی رہے اور انہیں معلوم رہے کہ ابھی امام زندہ ہیں۔

—☆☆☆—

زہراؑ کے لال کی قربانیاں ، اللہ کیسی مجبوریاں

زہراؑ کے لال کی قربانیاں ، اللہ کیسی مجبوریاں
کلمۂ احمد کی سرخیاں ، اللہ کیسی مجبوریاں
کیا کم ستم ہے لاشیں ہیں عریاں روتی ہیں ملکر شہزادیاں
عاشور گزرا آئی غریباں ، اللہ کیسی مجبوریاں
کسی کی صدا ہے آؤ چچا جان، کوئی رو رہا ہے ہائے میری جان
سہمی ہوئی ہیں نبیؐ زادیاں ، اللہ کیسی مجبوریاں
کیسے ہیں ظالم خیمے جلائے ، بستر بھی لوٹا چھینیں ردائیں
بیمار ہے طوق اور بیڑیاں ، اللہ کیسی مجبوریاں
سر ننگے بیٹی علیؑ کی چلی ، قافلہ سالار شبیرؑ کی
بازوؤں میں بندھی ہیں رسیاں ، اللہ کیسی مجبوریاں
قید سے چھٹ کر آئے گی کربل ہمشیر مدینہ جائے گی کیونکر
خالی ہیں سب کی گودیاں ، اللہ کیسی مجبوریاں
بڑھو باادب دینے کو پرسہ ، زہراؑ کی بیٹی زینبؑ ہے زیبا
آل نبیؐ ہیں سب گریاں ، اللہ کیسی مجبوریاں

چھٹی مجلس

اَعُوذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیطٰنِ الرَّجِیمِ ○ بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیمِ ○
اَلحَمدُلِلّٰہِ رَبِّ العَالَمِینَ. بَارِیٔ الخَلا ئِقِ اَجمَعِینَ.
وَالصَّلوٰۃُ وَالسَّلامُ عَلٰی اَشرَفِ الاَ نبِیَاءِ وَالمُرسَلِینَ
خاتَمِ النَّبِیّینَ رَحمَۃِ لِّلعَالَمِینَ اَبِی القَاسِمِ مُحَمَّدٍ.
وَعَلٰی وَزِیرِہٖ وَوَصِیِہٖ اَمِیرِالمُؤمِنِینَ اِمَامَ المُتَّقِینَ
یَعسُوبَ الدِّینَ اِمَامَ المَشَارِقِ المَغَارِبِ عَلِیَّ بنَ اَبِی طَالِبٍ.
وَعَلٰی اَهلِبَیتِہِ الطَّیِّبِینَ الطَّاهِرِینَ المَعصُومِینَ وَصَحبِہِ المُنتَجِبِینَ.

کچھ علمدارانِ حق سر دے کے ایمان لے گئے
کچھ اسیران ہوس نیزوں پہ قرآن لے گئے
ہائے کیا گل چین ملے تھے گلشن اسلام کو
گل چنے ایسے گلستان کا گلستان لے گئے

فغان وابستہ سرور

وما خلقتُ الجن والانس اِلّا لیعبدون○ نہیں پیدا کیا ہم نے جن وانس کومگرعبادت کے لئے۔

اس آیت میں ارشاد پروردگار ہورہا ہے کہ ہم نے جن وانس کو اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے۔ یہ مسلّم ہے کہ خدائے برتر کی بادشاہت ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گی۔ خدا نے چاہا کہ اس

کی عبادت کی جائے اس لئے اس نے انسان کو پیدا کیا۔

انسان کا سب سے اولین فرض ہے کہ وہ اپنی حقیقت اور ہستی کو پہچانے اور اس کا پتہ لگالے کہ وہ کہاں سے آیا ہے اور اسے کہاں جانا ہے؟ اس کی اصل منزل کون سی ہے تاکہ وہاں کے لئے تیاری کرے۔ خالق نے اسے جو زندگی دی ہے وہ کیوں دی ہے؟ اسے چاہئے کہ وہ یہ بھی جانے کہ موت کیا ہے؟ خوشی کیا ہے اور غم کیا ہے؟ حقیقی خوشی جس سے روح اور قلب کو راحت حاصل ہو وہ کہاں سے ملتی ہے؟

انسان یہ سمجھتا ہے کہ مٹی کے پتلے کا نام آدمی ہے اور اس مٹی کے پتلے کو آرام پہنچانے کا نام خوشی ہے اور یہی خوشی اس کی زندگی کا مقصد ہے۔ وہ یہ جاننے کی کوشش نہیں کرتا کہ اس مٹی کے پتلے میں ایک روح بھی ہے جس کو حقیقی مسرت کی ضرورت ہے لیکن وہ دنیا کی مادّی خوشیوں کے پیچھے یوں دوڑ رہا ہے کہ روحانی خوشیوں سے دور ہوتا جارہا ہے۔

حالانکہ انسان یہ جانتا ہے کہ نہ دنیا اس نے بنائی ہے اور نہ دنیا ہی نے اسے بنایا ہے۔ انسان کی فطرت میں خدا کے وجود کا احساس پایا جاتا ہے اس لئے وہ مظاہر فطرت میں خدا کو ڈھونڈتا رہتا ہے اور وہ اس منزل پر غیر کے آگے جھک جاتا ہے چاہے وہ شے اس سے کتنی ہی کمتر کیوں نہ ہو۔ جب وہ غیر کے آگے جھکتا ہے تو اپنی خودی اور انسانی شرف کو کھو دیتا ہے۔ جب انسان غیر خدا کے آگے

جبین نیاز کو جھکاتا ہے تو وہ شرک کرتا ہے لیکن جب وہ حقیقی طاقت کے آگے جھکتا ہے تو صحیح معنی میں بندگی کا حق ادا کرتا ہے۔ ایسی بندگی کو ہم عبادت کہتے ہیں۔ یہ طرز عبادت اسلام سے وابستہ ہے۔

خالق کائنات کا ارشاد ہے: ان الدین عنداللّٰہ الاسلام.
بے شک دین تو اللہ کے نزدیک صرف اسلام ہے۔

اس منزل پر کلمۂ توحید کا مطلب ہماری سمجھ میں آتا ہے: لا الہٰ کا مطلب یہ ہے کہ اس ساری کائنات میں کوئی اس قابل نہیں کہ اس کی عبادت کی جائے اس کے آگے سر جھکایا جائے اسی لئے کلمے میں پہلے نفی کے الفاظ ہیں یعنی نہیں ہے کوئی معبود۔ اس کے بعد ہے الا اللّٰہ سوائے اس ایک اللہ کے جو معبود حقیقی ہے۔ یعنی کلمۂ طیبہ پڑھ کر انسان اپنی عبودیت کا اظہار کرتا ہے اور دائرۂ اسلام میں داخل ہوتا ہے۔ اس منزل کے بعد دوسری منزل عبادت کی ہے۔ عبادت کی ہزاروں قسموں میں سے ایک قسم اذان ہے۔ خالق نے موذن کی آواز اللہ اکبر کو پوری دنیا میں اس طرح سے بلند کر دیا ہے کہ جب صدائے تکبیر بلند ہوتی ہے تو عبادت کی صفیں بچھ جاتی ہیں۔ کلمہ اصل اساس دین ہے اس کلمے کو پہنچانے کے لئے محمد مصطفیٰؐ نے بڑی قربانیاں دی ہیں اور اسی کلمے کو بچانے کے لئے حسینؑ نے بھی بڑی قربانیاں دی ہیں۔ اسی محمد مصطفیٰؐ کے صدقے میں یہ کلمہ زندہ ہے، یہ اذان باقی ہے اور اسی حسینؑ کے صدقے میں یہ کلمہ زندہ ہے اور یہ اذان باقی ہے۔

کلمہ پڑھو اس طرح سے کہ نہیں ہے کوئی اور معبود یعنی پہلے

ہرنفی کا اقرار کرو اس نفی کے پردے میں برائیاں ہیں جب نفی کا اقرار کرلیا تو گویا برائیوں کو چھوڑ دیا۔ جب برائی کو چھوڑ دیا اور رخ حیات اللہ کی طرف کرلیا —وجہت وجھی للذی فاطر السموات والارض. یعنی میں نے اپنی تمام تر توجہات کو اپنے پروردگار کی طرف موڑ دیا ہے جو آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے— تو ایسے شخص کو اللہ کے قرب کی منزل ملتی ہے۔ یہی منزلِ قرب پانے کے لئے اور لا الہ کو زندہ رکھنے کے لئے حسینؑ کربلا میں آئے تھے۔

شاہ ہست حسینؑ بادشاہ ہست حسینؑ
دین ہست حسینؑ دیں پناہ ہست حسینؑ
سر داد نداد دست در دست یزید
حقا کہ بنائے لا الہ ہست حسینؑ

خواجہ اجمیر

ربوبیت اس منزل پر نظر آتی ہے کیونکہ یہاں اعتقاد ہے، ایمان ہے اور یہ منزل سرورکائنات سرکاردوعالم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ائمہ معصومین سے وابستہ ہوئے بغیر نہیں مل سکتی۔

خداوند عالم نے سرکاردوعالم خاتم النبینؐ کی ۲۳ سالہ بعثت کی زندگی میں قرآن نازل کیا۔ یہ وہ کتاب ہے جو اتنی مکمل ہے کہ انسان کے ہر شعبۂ حیات پر حاوی ہے۔ اس کتاب میں انسان کی زندگی کے لئے اس کی دنیا سے لے کر آخرت تک کے لئے ہدایت موجود ہے۔ قرآن ایمان اور عمل صالح کو ساتھ ساتھ لے کر چلنے کی

تاکید کرتا ہے۔ ایمان کے بغیر عمل اور عمل کے بغیر ایمان کافی نہیں ہے۔ یہ دونوں جڑواں چیزیں ہیں۔ انسان کو اس بات کا یقین رکھنا چاہئے کہ جہاں حیات ہے وہاں موت ہے۔ جہاں ربوبیت ہے وہاں عبودیت بھی ہے۔ اگر یہ دنیا ہے تو اس کے بعد ایک اور دنیا بھی ہے۔ جہاں جہنم ہے وہاں جنت بھی ہے۔ جہاں اس کے لئے برے عمل پر سزا ہے تو نیک عمل کی جزا بھی ہے۔ لہٰذا انسان قدم قدم پر سنبھلتا ہوا گزرے تا کہ اسے اپنے حقیقی معبود کے سامنے شرمسار نہ ہونا پڑے۔ اس منزل پر وہ یہ محسوس کرتا ہے کہ دنیا سے لے کر آخرت کی زندگی کے بارے میں اس کو ایسے رہبرانِ کامل کی ضرورت ہے جن کے نقش قدم پر چل کر وہ دنیا اور آخرت میں کامیابی حاصل کرسکتا ہے۔ جن کی زندگی بے داغ ہو۔ جن کا اسوہ کامل ہو تا کہ ان کے نقش قدم پر چل کر گوہر مقصود کو حاصل کر سکے۔

یہ ہمارا خیال نہیں ہے۔ ہم میں اتنا علم کہاں جو خالق کی منزل کو سمجھ سکیں۔ التجا ہے کہ اے ہمارے معبود ہمیں علم عطا فرما تا کہ ہم تیری رضا کو سمجھ سکیں اور پا سکیں۔ ان باتوں کو سمجھنے کے لئے جنہیں ہم نہیں سمجھ سکتے ہم نے محمدؐ و آل محمدؑ کے دامن کو تھام لیا ہے۔ مولا امیرالمومنینؑ ارشاد فرماتے ہیں:

الاسلام هو التسليم، التسليم هواليقين، اليقين هوالتصديق، التصديق هو العمل. یعنی اسلام نام ہے تسلیم کا، تسلیم نام ہے یقین کا، یقین نام ہے تصدیق کا، تصدیق نام ہے عمل کا یعنی

عمل کروگے تو اِس طرح تم خدا کے وجود کی تصدیق کروگے۔ تصدیق تب ہی کروگے جب یقین ہوگا۔ جب تک یقین نہیں ہوتا کوئی تصدیق نہیں کرتا۔ جب یقین ہوگا تو تسلیم کروگے۔ پس جب تم نے تسلیم کرلیا تو تمہارا اسلام مکمل ہوگیا اور جب اسلام مکمل ہوگیا تو تمہارے ایمان اور عمل میں اس کی جھلک بھی نظر آنی چاہئے۔

مشیّت خداوندی تھی کہ انسان کو پیدا کرے۔ اس لئے اس نے انسان کو خلق کیا۔ مولائے کائنات کا ارشاد ہے: اے انسان! کیا تو سمجھتا ہے کہ تو ایک چھوٹا سا جسم ہے۔ نہیں ایسا نہیں ہے۔ اگر تو غور کرے تو تجھ میں سب کچھ پنہاں ہے۔ گرم بھی سرد بھی، ارضی بھی سماوی بھی، فلکی بھی بحری بھی، خشک بھی تر بھی۔ ہم میں اتنی طاقت کہاں جو مولائے کائنات کے اشاروں کو سمجھ سکیں۔ ہم پوچھتے ہیں کہ مولاؑ آپ کا فرمانا کہ اے انسان تجھ میں سب کچھ ہے تو کیا اس کا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ہمارا رب ہمارے اندر موجود ہو۔ انسان کا خدا انسان کے اندر موجود ہو۔

خدا کا یہ فرمانا حدیث قدسی بتائے گی کہ میں عرش کی وسعتوں میں نہیں سماتا مگر مومن کے دل میں۔

مولا ئے کائنات فرمائیں گے: من عرف نفسهٗ فقد عرف ربهٗ. یعنی جس نے اپنے آپ کو پہچان لیا اس نے اپنے خدا کو پہچان لیا۔

آیئے! ہم مولائے کائنات علی مرتضیٰؑ، نفس رسولؐ کے صدقے

میں قرآن پاک کے پہلے ہی سورے، سورۂ حمد میں رہبر کامل کو ڈھونڈیں۔ مولائے کائنات کا ارشاد ہے کہ جو کچھ قرآن میں ہے وہ سورۂ حمد میں ہے اور جو سورۂ حمد میں ہے وہ بسم اللہ میں ہے اور جو بسم اللہ میں ہے وہ بائے بسم اللہ میں ہے۔ وانا نقطة تحت الباء. اور ب کے نیچے کا نقطہ میں ہوں۔ اسی حوالے سے علامہ اقبالؔ نے کہا ہے:

اللہ اللہ بائے بسم اللہ پدر
معنیٔ ذبح عظیم آمد پسر

ارشاد باری تعالیٰ ہے: الحمدللّٰہ رب العالمین ٥ الرحمٰن الرحیم ٥ ساری تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو سب جہانوں کا رب ہے۔ بڑا مہربان اور رحیم ہے۔ یعنی اللہ کے وجود کا یقین ہوا۔ بے ساختہ زبان پر ثنائے پروردگار آ گئی۔ یہ تو اعتقاد کی منزل ہے۔

آگے ارشاد ہوتا ہے: مالک یوم الدین ٥ یوم جزا کا مالک ہے۔ یعنی اعتقاد الٰہی کی منزل ملی تو پھر روز جزا کی منزل بھی سمجھ میں آ گئی۔ اے معبود ہمارے فیصلے کا انحصار تجھ پر ہے کہ آخرت میں تو ہمارے حق میں کیا فیصلہ کرتا ہے۔ جس پر بھروسہ ہے وہی تو یوم جزا کا مالک ہے۔

آگے ارشاد ہے ایاک نعبد و ایاک نستعین ٥ مالک ہم صرف تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور اس عبادت کو کرتے رہنے کیلئے تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔ اھدنا الصراط المستقیم ٥ ہم کو

سیدھے راستے کی ہدایت کر۔

پھر ارشاد باری ہے۔ **صراط الذین انعمت علیھمO** ان لوگوں کا راستہ جن کو تو نے اپنی نعمتوں سے نوازا ہے۔ **غیر المغضوب علیھم ولاالضآلینO** نہ کہ ان لوگوں کا راستہ جن پر تیرا غضب ہوا اور نہ ان لوگوں کا جو راستے سے بھٹکے ہوئے ہیں۔

جب ہم نے سورۂ حمد پڑھا تو کہا **بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم** شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو رحمٰن اور رحیم ہے۔ بسم اللہ کی ب کو لیجئے۔

'ب' کا نقطہ اپنی موجودگی کا اظہار اس اہمیت کے ساتھ کر رہا ہے کہ اگر نقطہ نہ ہوتا تو ب نہ بنتا یعنی عالم ظہور میں نقطے کا وجود نہ ہوتا تو ب کو کیسے پہچانا جاتا اسی طرح سے جب مظہر کبریاء بندہ نہ ہوتا تو خدا کو کیسے پہچانا جاتا۔

سرور کائنات نے ارشاد فرمایا: نہیں پہچانا خدا کو مگر میں نے اور علیؑ نے۔ نہیں پہچانا مجھ کو مگر خدا نے اور علیؑ نے اور نہیں پہچانا علی کو مگر خدا نے اور میں نے۔ صلوٰۃ

یعنی خدا نے محمد مصطفیؐ کو علم سکھایا اور محمد مصطفیؐ نے اپنا علم علی کو منتقل کیا وہ خدا کا اعجاز ہیں تو یہ نبی کا اعجاز ہیں۔

محمدؐ بِمَا عَرَفْتُ علیؑ گفت لَوْ کُشِفَ

مشکل نما محمدؐ و مشکل کشا علیؑ

علیؑ وہ ہیں جن کے لئے دیوارِ کعبہ شق ہوئی، اس طرح

آغوش کعبہ میں جلوہ نما ہوئے کہ قدرت نثار ہو رہی تھی، آنکھیں بند تھیں، جمال قدرت نگاہوں میں پھر رہا تھا، آغوش مادر چھوڑی اور دست رسولؐ میں آ کر نمایاں ہوا۔ آنکھیں کھولیں تو رسول اللہؐ کا روئے انور دیکھا۔ علیؑ کے دن سایۂ نبوتؐ میں گزرتے تو راتیں شمع رسالت کی روشنی میں گزرتیں۔ یہاں تک کہ دنیا سے جاتے ہوئے خدا کے رسولؐ نے ایک لاکھ سے زیادہ حاجیوں کے بھرے مجمع میں فرمایا: من کنت مولاہ فھذا علیؑ مولاً. جس کا میں مولا ہوں اس کا یہ علیؑ بھی مولا ہے۔

علیؑ اور فاطمہؑ کی زندگی ایک نمایاں زندگی ہے۔ فاطمہؑ جن کے باپ اور شوہر کی زندگیاں میدان جنگ میں گزریں۔ انہوں نے جب بھی نیام سے تلوار نکالی تو صرف اسلام کے دفاع کے لئے نکالی۔ دیکھئے! علیؑ جنگ کو جا رہے ہیں اور سیدہؑ تلوار صاف کر کے دے رہی ہیں۔ علیؑ جنگ سے واپس آ رہے ہیں تو سیدہؑ تلوار صاف کر کے رکھ رہی ہیں۔ بقائے اسلام کا جذبہ جو باپؐ میں تھا جو شوہر میں تھا وہی سیدہؑ میں بھی تھا۔

حقیقت تو یہ ہے کہ اگر سیدہؑ نہ ہوتیں تو اسلام اور بانیؐ اسلام کا نام مٹ جاتا۔ امت رسولؐ کا وہ مجاہد اعظم جس نے جان پر کھیل کر سفینۂ سلام کو بچایا وہ سیدہؑ کی گود کا پالا تھا۔ سیدہؑ جانتی تھیں کہ اللہ کی راہ میں اپنے لال کی قربانی دینی ہوگی۔ کربلا میں حسینؑ، فاطمہؑ کے لال نے جس ایمان اور جوش عمل کا مظاہرہ کیا اس کی نظیر

نہیں مل سکتی۔ حسینؑ تو حسینؑ تھے، امام وقت تھے، معصوم تھے، مگر حسینؑ کے ساتھیوں کا یہ عالم تھا کہ جب شب عاشور امام نے چراغ بجھا دیا اور اعلان کیا کہ میں نے تم میں سے ہر ایک سے اپنی بیعت اٹھالی ہے جس کا جی چاہے وہ اس اندھیرے سے فائدہ اٹھا کر چلا جائے۔ اس کے لئے آخرت میں کوئی باز پرس نہیں ہے مگر کوئی ایسا نہ تھا بچے سے لیکر بوڑھے تک، انصار سے لیکر اعزاء تک، جس نے نصرت امام سے ہاتھ کھینچا ہو۔ ایک ایک کر کے سب نے کہا کہ مولا! ہم ایک زندگی تو کیا ہزار زندگیاں آپ پر قربان کرنے کو تیار ہیں۔ سب سے پہلے جس نے امام حسینؑ کو اپنی حمایت کا یقین دلایا وہ آپ کے بافضیلت بھائی عباسؑ علمدار تھے۔ ان کے بعد مسلم بن عوسجہؒ، زہیر ابن قینؒ اور دوسرے انصار و اعزہ نے ایسی ہی باتیں کیں۔ سب کے سب شہدائے کربلا مکمل اعتقاد کی تصویر تھے۔ عمل کی تفسیر تھے کربلا کی تقدیر تھے۔

ساری رات امام حسینؑ اور آپ کے ساتھیوں نے تسبیح وتہلیل میں گزاری۔ صبح عاشورہ نمودار ہوئی تو علی اکبرؑ نے اذان دی۔ اس کے بعد صبح سے عصر عاشور تک قربانیاں پیش ہوتی رہیں۔ قربان جائیے میرے مولاؑ کے۔ بندے کی شان کو اس طرح سے سنوار دیا کہ گردن کی رگیں کٹ رہی تھیں اور حسینؑ کا سر سجدے میں تھا۔ گویا حسینؑ اس آیت کی تفسیر پیش کررہے تھے کہ نہیں پیدا کیا ہم نے جن وانس کو مگر اپنی عبادت کے لئے۔

عزادارو! جس نے بندگی کو کمال کی منزل تک پہنچایا وہ فاطمہؑ کا لال تھا جس کو ظالموں نے تین دن کا پیاسا شہید کر ڈالا۔ جس کی لاش گھوڑے کی ٹاپوں سے پامال کی گئی۔ جس کے سر کو نوک نیزہ پر بلند کیا گیا۔ جس کے اہل حرم کے سروں سے چادریں چھین لی گئیں۔ خیمے جلا دیئے گئے۔ جس کے ناموس کو قیدی بنایا گیا۔ جس کے بیمار بیٹے سجادؑ کے گلے میں طوق اور پاؤں میں بیڑیاں پہنائی گئیں۔ جس کی لاڈلی سکینہؑ کو طمانچے مارے گئے اور جس کے گوشوارے چھین لئے گئے۔ جس کے اہل حرم کو بے مقنع و چادر کربلا سے کوفہ اور کوفہ سے شام پھرایا گیا۔ اور شام میں قید کر دیا گیا جہاں باپ کے سینے پر سونے والی لاڈلی سکینہؑ قیامت تک کے لئے سوتی ہی رہ گئی۔

قید سے رہا ہو کر اہل حرم کا قافلہ کربلا چلا۔ اب لاوارث بیبیاں کربلا جارہی ہیں۔ ہر بی بی بیقرار ہے، کسی کی نگاہ میں علی اکبرؑ، کسی کی نگاہ میں علی اصغرؑ، کسی کی نگاہ میں عباس علمدارؑ، کسی کی نگاہ میں عونؑ و محمدؑ، کسی کی نگاہ میں قاسمؑ ابن حسنؑ ہے۔ الغرض عجیب عالم کے ساتھ وارد کربلا ہوا یہ قافلہ۔ چہلم کا دن ہے جہاں ہر بی بی اپنے اپنے وارث کی قبر سے لپٹی بین کر رہی ہے۔ ہر طرف واحسینا، واعباسا، واعلی اکبرا کا شور بلند ہے۔

راوی کہتا ہے کہ وہاں کربلا میں ایک عجیب عالم تھا۔ مگر مجھے فاطمہؑ کی لاڈلی، علیؑ کی بیٹی، حسینؑ کی ہمشیر زینبؑ کا اپنے بھائی کی قبر

پر رونا نہیں بھولتا۔ زینبؑ فریاد کررہی تھی کہ بھیا! ہمیں بے مقنع و چادر پھرایا گیا مگر ہم نے صبر کیا۔ ہمیں تازیانے لگائے گئے مگر ہم نے صبر کیا۔ ہمیں قید میں رکھا گیا مگر ہم نے صبر کیا اور آپ کی وصیت کے مطابق عمل کیا نہ صبر کا دامن ہاتھ سے چھوڑا اور نہ نانا کی امت کے لئے بددعا کی مگر بھیا! سکینہؑ نے ہمارا ساتھ چھوڑ دیا۔ بہن شرمندہ ہے بھائی کہ سکینہؑ نے قید خانۂ شام کو آباد کیا۔

میرا دل کہتا ہے کہ بی بی فاطمہؑ زینبؑ کے بین سنتی ہوں گی۔ ضرور قبر حسینؑ پر رو رہی ہوں گی۔ بیٹی کی داستان غم سن رہی ہوں گی۔ سیدۂ کونینؑ جنت سے آئی ہوں گی اور کہا ہوگا: کہ اے بیٹا! تیرے رتبے کو دنیا نے نہیں جانا، تجھ کو پیاسا شہید کردیا، تو نے عبادت کی منزل کو پالیا، میں قیامت میں تیرا خون بھرا کرتا لے کر رب سے فریاد کروں گی، جو بھی تیری مصیبت کو یاد کر کے روئے گا میں اس کو بخشواؤں گی۔

وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون○ جن لوگوں نے ظلم کیا ہے انہیں عنقریب معلوم ہوجائے گا کہ وہ کس جگہ لوٹائے جائیں گے۔

—☆☆☆—

کیا شان کربلا تیری بستی بسی ہوئی ہے

کیا شان کربلا تیری بستی بسی ہوئی ہے
قسمت تیری کونین میں عظمت لئے ہوئی ہے

گودی میں آکے تیری سب خون میں نہائے
تطہیر کی یہ تصویر خون میں ڈوبی ہوئی ہے

کڑیل جوان و دولہا ننھا سا وہ مجاہد
مظلوم کی نشانی تجھ میں چھپی ہوئی ہے

مَشک و علم نشانی سقا کی شان دیکھو
فرات کے کنارے تربت سجی ہوئی ہے

سجدہ کیا جو شہہ نے مشیت مسکرائی
نفس مطمئنہ قدرت کھڑی ہوئی ہے

آدم تا اوصیاء سب آنسو بہائے تجھ پر
صف ملائک اب تو ہر سو بچھی ہوئی ہے

دعائیں دی ہیں تجھ کو زینبؑ علیؑ کی بیٹی
خاک شفا ہے اب تو جبیں جھکی ہوئی ہے

آنسو بہاؤ غم میں شہہ کے اے عزادارو!
ان آنسوؤں کی قیمت موتی بنی ہوئی ہے

تیرا ہی واسطہ اب شاہ نجف کو دیں گے
حق کی نگاہ میں اب تو ہی بچی ہوئی ہے

پہلو میں جگہ دے دے شہ کربلا کا صدقہ
زیبؔا کی اس جہاں سے پتلی پھری ہوئی ہے

ساتویں مجلس

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ○ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○
اَلْحَمْدُلِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ. بَارِئُ الْخَلَا ئِقِ اَجْمَعِیْنَ.
وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی اَشْرَفِ الْاَ نْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ
خَاتَمَ النَّبِیِّیْنَ رَحْمَۃٍ لِّلْعَالَمِیْنَ اَبِی الْقَاسِمِ مُحَمَّدٍ.
وَعَلٰی وَزِیْرِہٖ وَوَصِیِّہٖ اَمِیْرِالْمُؤْمِنِیْنَ اِمَامَ الْمُتَّقِیْنَ
یَعْسُوْبَ الدِّیْنَ اِمَامَ الْمَشَارِقِ الْمَغَارِبِ عَلِیَّ بْنَ اَبِیْ طَالِبِ.
وَعَلٰی اَھْلِبَیْتِہٖ الطَّیِّبِیْنَ الطَّاھِرِیْنَ الْمَعْصُوْمِیْنَ وَصَحْبِہٖ الْمُنْتَجَبِیْنَ.

کچھ علمدارانِ حق سر دے کے ایمان لے گئے
کچھ اسیران ہوس نیزوں پہ قرآن لے گئے
ہائے کیا گل چین ملے تھے گلشن اسلام کو
گل چنے ایسے گلستان کا گلستان لے گئے

فغان وابستہ سرور

یوم ندعوا کل اناس بامامھم فمن اوتی کتبہ بیمینہ فاولئک یقرؤن کتبہ ولا یظلمون فتیلا○ جس دن ہم سب لوگوں کو ان کے اماموں کے ساتھ بلائیں گے تو جن (کے اعمال) کی کتاب ان کے داہنے ہاتھ میں دی جائے گی وہ اپنی کتاب کو (خوش ہو ہو کر) پڑھیں گے۔ اور ان پر ریشہ برابر ظلم نہیں کیا جائے گا۔ (سورہَ بنی اسرائیل: آیت ۷۱)

سیوطی کی تفسیر درمنثور میں ہے کہ ہر زمانے میں ایک امام کا ہونا ضروری ہے۔ اس بناپر عصر حاضر میں امام عصر کا موجود ہونا لازم ہے۔ حضرت علیؑ سے روایت ہے کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس آیت کی تفسیر میں ارشاد فرمایا: ہر قوم اپنے زمانے کے امام یعنی رہبر اور پیشوا، اپنے رب کی کتاب اور اپنے نبی کی سنت کے ساتھ بلائی جائے گی۔

ہمارا فرض ہے کہ ہم یہ جاننے کی کوشش کریں کہ وہ کون سا امام ہے؟ وہ کون سی کتاب ہے؟ اور کون سا نبیؐ ہے جس کی سنت کے ساتھ ہمیں قیامت کے روز حساب کتاب کے لئے بلایا جائے گا۔

کیا امام یا خلیفہ وہ ہوسکتے ہیں جو سنت نبیؐ اور رب کی کتاب کو پس پشت ڈال کر امام یا خلیفہ کہلائیں یا امام اور خلیفہ وہ ہونے چاہئیں جو سنت نبیؐ کی نسبت رب کی کتاب کی مکمل معرفت لے کر عالم ظاہر میں آئیں۔

چونکہ خالق کا ارشاد ہے کہ اُس دن کو یاد کرو جب تمام امتیں اپنے اپنے امام کے ساتھ حشر کے میدان میں بلائی جائیں گی۔ لہٰذا امام ایسا ہونا چاہیے جو احکام خداوندی کی مکمل معرفت رکھتا ہو، اپنے نبی کی تعلیمات اور تبلیغات کا محافظ ہو اور لوگوں کو راہ حق پر گامزن کرسکتا ہو۔

ہمارا ایمان ہے کہ ہمارے پیغمبر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خدا کے آخری رسول ہیں۔ خدا نے روح الامین حضرت جبرئیلؑ کے ذریعے آپ پر اپنی کتاب قرآن مجید نازل فرمائی ہے اور

آج ہمارے امام حضرت مہدی آخرالزمانؑ ہیں جو زنجیر امامت کی آخری کڑی ہیں۔ امامت کی پہلی کڑی ان کے جدبزرگوار امیرالمومنین امام علیؑ ہیں۔ امامت کی ایسی سنہری زنجیر کوئی اور نہیں۔

کلام پاک میں دوقسم کے امام بیان ہوئے ہیں۔ ایک وہ جو سیدھا راستہ دکھانے والے ہیں اور دوسرے وہ جو جہنم کا راستہ بتانے والے ہیں۔

امامؑ کی منزل کو سمجھنے کے لئے جب ہم خلقت کائنات پر نظر ڈالتے ہیں تو سمجھ میں آجاتا ہے امام برحق کون ہیں جن کو اللہ نواز رہا ہے۔

خلقت عالم پر نظر دوڑائیں تو ہمیں خاکی مخلوق کے ساتھ ساتھ نوری اور ناری مخلوق بھی نظر آئے گی۔ اگر ہم ہدایت کے لئے ناری مخلوق کا انتخاب کرلیں اور یہ سمجھ لیں کہ یہ ہدایت کرنے کے قابل ہیں تو یہ ناممکن ہے۔ خود ناری مخلوق یعنی ابلیس پکار اٹھے گا کہ تکبر میری رگ رگ میں سمایا ہوا ہے۔ میں نے ساری زندگی اللہ کی بندگی کی اور صف ملائکہ میں شامل رہا مگر انانیت کے سبب، تکبر کے سبب بارگاہ ایزدی سے نکال دیا گیا۔ بتایئے بھلا ایسی مخلوق کیسے ہماری ہدایت کرسکتی ہے۔ اسی طرح نوری مخلوق یعنی فرشتے بھی ہماری ہدایت نہیں کرسکتے کیونکہ وہ ہماری جنس سے نہیں ہیں۔

اگر خلقت مٹی پر غور کریں تو وہ مخلوق جو مٹی سے خلق ہوئی ہے کہے گی کہ خالق نے مجھے مٹی سے پیدا کیا ہے اور مجھ میں مختلف عناصر پنہاں ہیں یعنی بلندی بھی پستی بھی، خیر بھی شر بھی۔ یہ مخلوق خود

پکار کر کہے گی کہ پیکر خاکی اللہ کی بارگاہ میں اس وقت تک سرخرو نہیں ہوسکتا جب تک اسے ہدایت حاصل نہ ہو۔

خدائے لم یزل لایزال جس کو نواز رہا ہے وہ عالم نور سے پیکر بشری میں ظاہر ہو کر اللہ کے بندوں کی ہدایت کرتے ہیں، خدا کے دین کو سنوارتے ہیں، غائب رہ کر درس خداوندی جاری رہا۔

ارشاد ہے کہ ہم سب کو حساب کتاب کے لئے قیامت کے میدان میں امام کے ساتھ بلائیں گے۔ امامت کا درجہ بہت بلند ہے۔ امامت کا سوال بہت اہم ہے۔ امامت کی معرفت حاصل ہوجائے گی تو کتاب کی معرفت بھی مل جائے گی۔ جب کتاب کی معرفت سمجھ میں آجائے گی تو نبیؐ کی معرفت بھی حاصل ہوجائے گی اور اپنے نبیؐ کی منزل کو سمجھ سکو گے۔

بمصطفیٰؐ برساں کہ دیں ہمہ اوست
گر بہ او نرسیدی تمام بولہبی است

جب نبیؐ کا عرفان حاصل ہوگا تو اللہ کا عرفان ملے گا اور جب اللہ کی منزل تک پہنچو گے تو عقیدۂ وحدہ لاشریک لہٗ قلب کی گہرائیوں میں تڑپنے لگے گا۔

لازم ہے کہ خوشنودیٔ خالق جب حاصل ہوگی وہ امامؑ جس کی ہدایت ہم کو ملتی ہے جس کی راہ پر گامزن ہے اس کی ہدایت برحق ہو۔ کامل ہو۔ خدا کی بارگاہ میں قبولیت کا درجہ رکھتی ہو۔ احکام خداوندی مکمل ہو۔ خالق کی رضا حاصل ہو۔ جب ایسا امام ہو ایسے امام کے ساتھ بلایا جائے گا تو ظلم نہ ہوگا۔

لہٰذا خلقت عالم پر نظر دوڑائیں کہ وہ کون سی مخلوق ہے جو اللہ کی رضا لئے ہوئے ہے جو اللہ کے مقاصد کی تکمیل کرے۔

ہم پہلے ناری مخلوق پر نظر ڈالتے ہیں۔ اگر ہدایت حاصل کرنے کے لئے اس مخلوق کا انتخاب کریں تو یہ مخلوق ہدایت کر سکنے کے قابل نہیں ہے چونکہ وہ خود محتاج ہدایت ہے۔ وہ مخلوق جو مٹی سے خلق ہوئی ہے وہ بھی ہدایت کر سکنے کی اہل نہیں ہے۔ پس وہ مخلوق جو نورانی ہے جس کی صفات نورٌ علیٰ نور ہیں۔ جو لباس بشری میں عالمِ ظاہر میں آئی وہی ہدایت کرنے کی اہل ہے۔

ارشاد پیغمبرؐ ہے: **اول ماخلق اللّٰہ نوری.** خدا کا حبیبؐ جو ایک طرف خالق کی بارگاہ میں عبودیت سے سرشار اور دوسری طرف خالق اپنے حبیبؐ پر نازاں قدرت اپنا نور چھلکا رہی تھی۔ حبیب نور اول نور الٰہی لے کر جلوہ گر ہو رہا تھا۔ جب مکمل سرشار نور الٰہی ہوگیا تب دوسرے انبیاءؑ کی خلقت ہوئی۔ ملائکہ کی خلقت ہوئی عالمِ کی خلقت بھی ہوئی۔

خالق نے تمام انبیاءؑ کو درس نبوتؐ سے سرفراز کر کے بھیجا۔ جب تک خاتم النبیین کا کلمہ نہ پڑھوا لیا عالم ظاہر میں کوئی نبی نہ آیا۔ اول نور۔ اول نبیؐ کا کلمہ پڑھوا لیا۔ جب خدا نے عہد لینے کے بعد اپنے انبیاءؑ کو دنیا میں بھیجا اور کہا کہ تمہارے درمیان عالم ظاہر میں جب میرا حبیبؐ آئے تو اس پر ایمان لانا تمہارا فرض ہے۔ جب سارے نبیوں نے اس بات کا اقرار کیا تو خالق دوجہاں نے کہا کہ میں بھی تمہارے ساتھ گواہ ہوں۔

ارشاد خداوندی ہے: واذ اخذ اللّٰہ میثاق النبیین لمآ اتیتکم من کتب و حکمۃ ثم جآئکم رسول مصدق لما معکم لتومنن بہ و لتنصرنہ ؕ قال ءَأقررتم و اخذتم علی ذلکم اصری ؕ قالوآ اقررنا ؕ قال فاشھدوا وانا معکم من الشّٰھدین۝ جب خدا نے پیغمبروں سے اقرار لیا کہ جب میں تم کو کتاب اور حکمت عطا کروں اس کے بعد تمہارے پاس کوئی رسول آئے اور جو کتاب تمہارے پاس ہے اس کی تصدیق کرے تو تم ضرور اس پر ایمان لانا اور ضرور اس کی مدد کرنا۔ خدا نے پوچھا کہ بھلا تم نے اقرار کرلیا ان باتوں پر جو ہم نے تم سے اقرار لیا تم نے میرے عہد کا بوجھ اٹھایا۔ سب نے عرض کیا ہم نے اقرار کیا۔ خدا نے فرمایا کہ تم اس عہد و پیمان کے گواہ رہنا۔ اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہ ہوں۔ (سورۂ آل عمران: آیت۸۱)

ایسا نبیؐ ہے ہمارا۔ وہ رحمۃؐ للعالمین کہ اس کے سایۂ رحمت میں ہر نبی ہر مرسل ہے۔ ہمارے نبی نور خدا ہیں۔ ائمہ معصومین بھی نور ہیں۔ رسول سے لے کر امام زمانہؑ تک سب نور ہی نور ہیں۔

جب تک خالق نے تمام انبیاء سے عالم ارواح میں یہ وعدہ نہ لے لیا کہ جب ہمارا آخری نبی آئے گا تو تم سب اس پر ایمان لانا اور انہوں نے اقرار نہیں کرلیا اس وقت تک خدا نے سلسلۂ ہدایت جاری نہیں فرمایا۔

جب نبوت و امامت کا سلسلہ مکمل ہوگیا تو خدا نے اپنے آخری ہادی کو پردۂ غیبت میں بھیج دیا۔ یہ ہادیٔ غائب امام العصر اس

وقت ظاہر ہوں گے جب خدا چاہے گا۔ اِدھر امام زمانہؑ کا ظہور ہوگا اُدھر عیسیٰؑ مسیح ابن مریمؑ کا نزول ہوگا جو فلک نشین ہیں۔ امام زمانہؑ غائب ہیں جن کا وجود اللہ کی زمین پر ہی ہے کیونکہ زمین کبھی حجت خدا سے خالی نہیں رہ سکتی۔ امام زمانہؑ رحمت خدا کے سائے میں ہیں مگر جب حضرت عیسیٰؑ آئیں گے، آسمان سے اتریں گے تو وہی وقت امام مہدیؑ کے ظہور کا ہوگا۔ امت محمدی کے امام کی شان یہ ہوگی کہ حضرت عیسیٰؑ فرزند رسول کے پیچھے نماز پڑھیں گے۔

آخر کیوں؟ حالانکہ یہ امام ہیں اور وہ پیغمبر ہیں۔ خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰؐ کی شریعت قیامت تک رہے گی۔ ان کے رہبر قیامت تک درس ہدایت دیتے رہیں گے۔ باقی پیغمبروں کا دور ختم ہو چکا ہے اور ہمارے پیغمبر کی رسالت کا دور جاری ہے اور ان ہی کا کلمہ پڑھا جارہا ہے اس لئے ان کے وصی اور ان کے جانشین کی امامت کا دروازہ کھلا ہے۔

ہر پیغمبر نے آخری پیغمبر کی خبر دی۔ مولائے کائنات کا ارشاد ہے کہ جس نے خالق کے مظہر کو پہچان لیا اس کے قلب کی آنکھیں کھل جاتی ہیں۔ تصویر ولایت نظروں میں رہتی ہے وہ سمجھ لیتا ہے کہ شق القمر کیا ہے؟ اور ردِ شمس کیا ہے؟

خالق کا ارشاد ہے: **یوم ندعوا کل اناس بامامھم فمن اوتی کتبہ بیمینہ فاولئک یقرؤن کتبہ ولا یظلمون فتیلاo** جس دن ہم سب لوگوں کو ان کے اماموں کے ساتھ بلائیں گے تو جن (کے اعمال) کی کتاب ان کے داہنے ہاتھ میں دی جائے گی وہ

اپنی کتاب کو (خوش ہو ہو کر) پڑھیں گے۔ اور ان پر ریشہ برابر ظلم نہیں کیا جائے گا۔ (سورۂ بنی اسرائیل: آیت ۷۱)

اعلان بعثت کے بعد جب رسول اللہؐ نے تبلیغ اسلام شروع کی تو دعوت ذوالعشیرہ میں جو بات آپ نے کہی اس پر تاریخ شاہد ہے۔ رسول اللہؐ نے اسلام کی پہلی دعوت تبلیغ میں بنوعبدالمطلب کے روبرو برملا یہ اعلان کیا تھا کہ میرا وصی، میرا وزیر، میرا خلیفہ علیؑ ہے۔

علیؑ کا دامن تھام لو۔ امام عصر کی شان سمجھ میں آجائے گی۔
رسول کے حکم سے علیؑ وصی ہیں۔ ان کے جانشین ہیں۔

عزادارو! ہمارا زمانہ بہت کٹھن ہے چونکہ ہر امام کے زمانے کے لوگ اپنے امام سے استفادہ کرتے تھے مگر ہمارا امام پردۂ غیبت میں ہے کیونکہ زمین حجت خدا سے کبھی خالی نہیں رہ سکتی۔ ہمیں اس آفتاب امامت سے برابر ہدایت کی روشنی مل رہی ہے۔ ہماری امام عصر کے آگے دعا ہے کہ مولا! ہماری رہبری کیجئے۔ آپ وارث رسول ہیں۔

عزادارو! آج ہم امام کا ماتم کرتے ہیں۔ وہ امام جو رسولؐ کا نواسہ تھا، فاطمہؑ کا لخت جگر تھا، علیؑ کا نور نظر تھا۔ ہم التجا کرتے ہیں اے حسینؑ! آپ اپنے نانا سے ہماری سفارش کیجئے۔ آپ اپنی مادرگرامی سے ہماری سفارش کیجئے۔ آپ اپنے بابا سے ہماری سفارش کیجئے کہ ہمیں لواءِ حمد کا سایہ نصیب ہو۔

ہمارے نبی کے جانشین ہمارے ائمۂ طاہرین ہیں۔ سرکاردوعالمؐ نے اپنی زندگی کے ہر ہر مرحلے پر اپنے بعد آنے والے

امام کا تعارف کرایا اور ان کی شان کو واضح کیا۔ رسول اللہؐ کا جانشین اسلام کا وہ سپاہی ہے جس نے اللہ سے **لافتیٰ** کا خطاب پایا ہے۔ کافروں اور منافقوں کو علیؑ نے اللہ کی محبت میں سرشار ہو کر قتل کیا اور تاریخ نے علیؑ جیسا شجاع دیکھا ہی نہیں۔ شجاعت اور علیؑ ہم معنی الفاظ ہیں۔ جب جب شجاعت ذہن میں ابھرتی ہے علیؑ کا تصور ہمارے ذہنوں میں ابھر جاتا ہے۔ وہ بدر کا میدان ہو کہ احد کا، خیبر کا معرکہ ہو یا خندق کا، حق نے فتح علیؑ کے ہاتھوں مقدر کی تھی۔ ہر میدان میں علیؑ نے اسلام کا پرچم سربلند رکھا۔

الغرض اِدھر پرچم بلند اُدھر خالق فرشتوں کے ذریعے مبارک کی سند بھیج رہا ہے۔ خندق میں خدا کا رسولؐ علیؑ کو کل ایمان کہہ کر کل کفر عمر ابن عبدود کے سامنے بھیج رہا ہے۔ اور روز خیبر جب سب علَم پانے کے لئے بے چین تھے خدا کے رسولؐ نے کہا کہ کل میں علَم اس شخص کو دوں گا جس کے ہاتھوں پر خدا اسلام کو فتح نصیب کرے گا جو خدا اور اس کے رسولؐ کو دوست رکھتا ہوگا اور خدا و رسولؐ اس کو دوست رکھتے ہوں گے، وہ کرار غیر فرار ہوگا۔ اِدھر رسولؐ علیؑ کی تعریف میں رطب اللسان ہے اُدھر فرشتے **ناد علیاً مظهر العجائب** کا قصیدہ پڑھ رہے ہیں۔ خندق کے دن رسول اکرمؐ نے فرمایا تھا کہ علیؑ کی ایک ضربت ثقلین کی عبادت پر بھاری ہے۔

حجۃ الوداع سے لوٹتے ہوئے بھی رسول اکرمؐ نے شان امام کو واضح کر کے بتا دیا تھا۔ جب آپ حاجیوں کے جم غفیر کے ساتھ مدینہ لوٹتے وقت غدیر خم کے مقام پر پہنچے تو رب کبریاء نے آپ کو

حکم دیا کہ **یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک...** پیغمبر اکرمؐ نے اپنے تمام اصحاب کو اسی میدان غدیر میں کڑکتی دھوپ میں ٹھہرنے کا حکم دیا اور فرمایا جو آگے چلے گئے ہیں انہیں واپس بلاؤ اور جو پیچھے رہ گئے ہیں ان کے آنے کا انتظار کرو۔ اس دوران آپ کے حکم سے پالان شتر کا منبر بنایا گیا۔ جب سارے حاجی صحابہ جمع ہوگئے تو رسول اکرمؐ نے ایک طویل خطبہ ارشاد فرمایا۔ اس خطبے کے دوران آپ نے علیؑ کا ہاتھ اونچا کرکے انہیں بلند کیا اور فرمایا: **من کنت مولاہ فھذا علیؑ مولا.** جس جس کا میں مولا ہوں اس اس کے یہ علیؑ بھی مولا ہیں۔

آپ اور ہم اچھی طرح جانتے ہیں کہ فاطمہ بنت اسد ہمارے امام حضرت علیؑ کی والدۂ گرامی ہیں۔ رسول اکرمؐ اپنی چچی فاطمہ بنت اسد کو ماں کی طرح چاہتے تھے۔ جب ان کا انتقال ہوا تو آپ نے ان کو دفن کرنے کے بعد ایک وقت کہا: کہہ دو علی ابن ابیطالبؑ۔ جب دفن کے بعد آپ واپس لوٹے تو صحابہ نے پوچھا: یارسولؐ اللہ آپ نے ایسا کیوں کہا؟ فرمایا: لحد میں فرشتوں نے ان سے سوال کیا کہ تمہارا رب کون ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ اللہ میرا رب ہے۔ پھر فرشتوں نے سوال کیا کہ تمہارا رسول کون ہے؟ انہوں نے فرمایا: محمد رسول اللہؐ۔ پھر فرشتوں نے پوچھا کہ تمہارا امام کون ہے؟ اس وقت فاطمہ بنت اسد نے اپنے بیٹے کا نام نہیں لیا تو میں نے تلقین کردی کہ کہہ دو کہ تمہارا امام علی ابن ابیطالبؑ ہے۔

اس سے زیادہ اور کیا ثبوت چاہیئے رسولؐ کی زبانی علیؑ کی

امامت کا۔ یہ وہ زمانہ تھا جب علیؑ ابھی ظاہر میں امام نہیں تھے اور نہ ہی غدیرِخم کا واقعہ ہوا تھا۔

لہٰذا علیؑ کے بعد مسلسل اعلان امامت۔ ایک بعد ایک امام آنے والے امام کی خبر دیتا رہا۔ یہاں تک کہ گیارھویں امام حضرت حسن عسکریؑ نے اپنے بعد آنے والے امام کا اپنے اصحاب سے تعارف کرایا۔ یہی امام مہدیؑ پردۂ غیبت میں ہیں۔ ان کی غیبت صغریٰ ختم ہوچکی ہے اور غیبت کبریٰ جاری ہے۔ شب قدر تمام امور لے کر اِنہیں پر ملائکہ اور روح نازل ہوتے ہیں اور اِنہیں کے سامنے ہمارے اعمال پیش کئے جاتے ہیں۔ التجا ہے کہ اے پروردگار! ہمارا ایمان قائم رکھ۔ ہم گناہگاروں کو ان کا دیدار نصیب فرمانا اور ہمیں ان کے مددگاروں میں سے قرار دینا۔ صلوٰۃ

درِ محمدؐ و آل محمدؐ وہ دَر ہے کہ اس در پر تطہیر کی بارش ہوتی ہے۔ اسی دَر پر نبوت موجود، امامت موجود، وصایت موجود، ولایت موجود، عصمت موجود، سخاوت موجود، رضایت موجود۔

مولا کا فرمان ہے کہ جو ربوبیت عظمیٰ اور خلافت علیا کو پہچان لیتا ہے اس کے قلب کی آنکھیں کھل جاتی ہیں۔ اس کے دل سے شک دور ہوجاتا ہے۔ وہ بتا دیتا ہے رجعت الشّمس کیا ہے؟ شق القمر کیا ہے؟ معراج کیا ہے؟ حشر کیا ہے؟ صراط کیا ہے؟ جنت کیا ہے؟ جنت کی راہیں کیا ہیں؟ احکام کیا ہیں؟ فرائض کیا ہیں؟

مولائے کائنات نے تبلیغ اسلام کے ہر ہر مرحلے پر دل و جان سے رسول اکرمؐ کا ساتھ دیا۔ کوئی تاریخ بتا نہیں سکتی کہ علیؑ نے

کبھی خدا اور اس کے رسولؐ کے حکم سے ہٹ کر کوئی عمل کیا ہو۔ علیؑ کا ایک ایک عمل ایک ایک لمحہ پروردگار کی خوشنودی حاصل کرتا رہا۔ رسول اکرمؐ آخری وقت علیؑ کو سینے سے لگائے دل کے راز دل میں اتار رہے تھے۔ ان کو اسرار الٰہی تعلیم کر رہے تھے۔ اے علیؑ تم میرے وصی ہو، اے علیؑ تم ساقیٔ کوثر ہو، اے علیؑ تم پل صراط سے پار لگانے والے ہو۔ اے علیؑ دنیا تم پر ظلم کرے گی مگر تم دنیا کی پروا نہ کرنا اور ہر حال میں صبر کرنا۔

رسول اکرمؐ کے انتقال کے بعد آپ کو غسل دینے والے علی آپ کو کفن پہنانے والے علیؑ، آپ پر سب سے پہلے نماز پڑھنے والے علیؑ، آپ کو لحد میں اتارنے والے علیؑ۔ علیؑ کو حبیب خداؐ کے انتقال کے وقت اس کے سوا اور کوئی کام نہیں تھا کہ آپ کو سپرد لحد کریں جبکہ دنیا بنانے والے آپ کے جسم اطہر کو بے کفن چھوڑ کر دنیا بنانے کے لئے سقیفہ میں پہنچے ہوئے تھے۔

اہل دنیا کار دنیا ساختند
مصطفیؐ را بے کفن انداختند

ہمارے عزاخانوں میں حسین کا علم ہے۔ حسینؑ کا ماتم ہے۔ ہر طرف واحسینا کی صدائیں بلند ہیں۔ اب صرف حسینؑ کا ذکر ہے۔ حسینؑ کا غم ہے۔ حسینؑ کا سوگ ہے۔ کالے لباس ہیں۔ آنسو بہائے جا رہے ہیں۔ رسولؐ کے نواسے کا پرسہ دیا جا رہا ہے۔ مومنوں کو غم حسینؑ سے فرصت ہی نہیں کہ دل کسی اور کام میں لگے۔

عزادارو! عاشور کے روز کربلا میں حسینؑ باطل کے مقابلے

میں اپنے جاں نثاروں کو بھیج رہے ہیں۔ امامت کا درجہ کتنا بلند ہے۔ حسینؑ کے چاہنے والے حسینؑ کے پرچم کے ساتھ ہیں۔ حسینؑ امامت کی شان کو واضح کرر ہے ہیں۔ غور کریں حسینؑ کے ساتھ وہ ہیں جو رسولؐ کے چاہنے والے ہیں۔ جو علیؑ کے چاہنے والے ہیں۔ جو حسنؑ کے چاہنے والے ہیں۔ اللہ کی رضا حسینیوں کے ساتھ ہے۔ آج فرشتوں کا نزول ہے تربت حسینؑ پر تا قیامت یہ نزول ہوتا رہے گا۔

حسینؑ کی بہن زینبؑ ہے اور شام غریباں ہے۔ بیبیاں ہیں اور چھوٹے چھوٹے معصوم بچے ہیں مگر لعین نے اہل حرم کے خیموں کو آگ لگا دی ہے۔ سجّادؑ کی امامت کی پہلی منزل ہے۔ زینبؑ بیمار امام کا بستر کھینچ کر باہر لائیں۔ بیمار کو غش سے ہوش آیا تو پھوپھی زینبؑ نے پوچھا کہ بیٹا سجّادؑ! تم امام وقت ہو، ظالم نے خیموں میں آگ لگا دی ہے بتاؤ کیا ہم باہر نکلیں یا خیموں میں ہی جل کر مرجائیں؟ امام زین العابدینؑ نے حکم دیا کہ پھوپھی اماں آپ سب لوگ جلتے خیموں سے باہر نکل جائیں۔

—☆☆☆—

کربل تجھے دعائیں اب دے رہا ہے کوئی

کربل تجھے دعائیں اب دے رہا ہے کوئی
دامن کو آنسوؤں سے بھگو رہا ہے کوئی

اندھیری رات ہے اک آواز آرہی ہے
آمیرے لال آجا اب رورہا ہے کوئی

سجدے بھی ہیں شکرانے تشنہ لبی کی منزل
ساغر لب کوثر سے چھلکا رہا ہے کوئی

اٹھارہ سال کا سن نکھرا ہوا شباب
آکر تیرے دامن میں اب سورہا ہے کوئی

سہرے کے پھول کھل کر بکھرے ہوئے ہیں تجھ پر
مہندی نہیں۔ لہو میں نہا رہا ہے کوئی

فرات تڑپ تڑپ کر قدموں کو چومتی ہے
نقش قدم وفا کے دکھلا رہا ہے کوئی

سوکھی ہوئی زباں اور چہرے پہ مسکراہٹ
منزل شہادت کی بتلا رہا ہے کوئی

خیمے بھی جل چکے ہیں چادر بھی چھین چکی ہے
بالوں سے منہ چھپائے اب جارہا ہے کوئی

نیزے پہ سر لب پر قرآن کی تلاوت
تفسیر کربلا کی سمجھا رہا ہے کوئی

کربل سے شام تلک وہ صبر تازیانے
مظلومیت میں حق کو سلجھا رہا ہے کوئی

دربار میں یزید کے رونے کا غل مچا
خطبہ سر منبر سے فرما رہا ہے کوئی

بابا کی جدائی میں تڑپ کر وہ سو گئی
زنداں میں اب شمع جلا رہا ہے کوئی

زیباؔ کو فکر عقبیٰ دنیا سے کیا غرض
چل اس جہاں سے تجھ کو بلا رہا ہے کوئی

آٹھویں مجلس

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ○ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○
اَلْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ. بَارِئُ الْخَلَائِقِ اَجْمَعِيْنَ.
وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى اَشْرَفِ الْاَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ
خَاتَمَ النَّبِيِّيْنَ رَحْمَةٍ لِّلْعَالَمِيْنَ اَبِى الْقَاسِمِ مُحَمَّدٍ.
وَعَلٰى وَزِيْرِهٖ وَوَصِيِّهٖ اَمِيْرِالْمُؤْمِنِيْنَ اِمَامَ الْمُتَّقِيْنَ
يَعْسُوْبَ الدِّيْنَ اِمَامَ الْمَشَارِقِ الْمَغَارِبِ عَلِيَّ بْنَ اَبِىْ طَالِبٍ.
وَعَلٰى اَهْلِبَيْتِهِ الطَّيِّبِيْنَ الطَّاهِرِيْنَ الْمَعْصُوْمِيْنَ وَصَحْبِهِ الْمُنْتَجِبِيْنَ.

کچھ علمدارانِ حق سر دے کے ایمان لے گئے
کچھ اسیران ہوس نیزوں پہ قرآن لے گئے
ہائے کیا گل چین ملے تھے گلشن اسلام کو
گل چنے ایسے گلستان کا گلستان لے گئے

فغان وابستہ سرور

انہٗ لقرآن کریم○ فی کتب مکنون○ لا یمسہ الا المطھرون○ بے شک یہ بڑے رتبے والا قرآن چھپی ہوئی کتاب میں ہے۔ اس کو وہی چھو سکتے ہیں جو طاہر و مطہر ہیں۔

(سورۂ واقعہ: آیت ۷۹)

قرآن مجید فرماتا ہے کہ اس مقدس کتاب کو وہی چھو سکتے ہیں جو طیب و طاہر ہیں یعنی اس کے باطنی معنی تک وہی لوگ پہنچ سکتے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے علم لدنی سے سرفراز فرمایا ہے کیونکہ اس کتاب پاک کے بہت سارے بطون ہیں اور ان کو سمجھنا ہر کسی کے بس کی بات نہیں۔

دین اسلام کا سارا دارومدار کلمۂ توحید پر ہے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی وحدانیت کا کلمہ پڑھنے والوں، اس کے بھیجے ہوئے پاک نبیؐ کی رسالت کی گواہی دینے والوں کو چاہئے کہ اللہ کی اس کتاب کو پڑھیں، اس پر غور کریں اور اس پر مکمل عمل کریں کیونکہ یہ کتاب ساری انسانیت کے لئے سرچشمۂ ہدایت ہے۔

قرآن سرکاردوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر مکہ اور مدینہ دونوں جگہ یعنی حضور اکرمؐ کی بعثت کے ۲۳ سالہ دور میں نجماً نجماً نازل ہوتا رہا۔ حضرت جبرئیل امینؑ اللہ تبارک وتعالیٰ کے پاس سے جو وحی حضور اکرمؐ کو پہنچاتے رہے وہی اللہ کا کلام یعنی قرآن مجید الحمدللہ کسی کمی بیشی کے بغیر آج بھی مسلمانوں کے درمیان موجود ہے۔

اگر آپ غور کریں تو قرآن کی ۳ صورتیں نظر آتی ہیں۔ پہلی صورت کا تعلق نور سے ہے جو اصل قرآن ہے۔ دوسری صورت کا تعلق رسول پاک کے قلب مطہر سے ہے جس پر یہ قرآن اترا ہے۔ اور تیسری صورت وہ الفاظ ہیں، وہ آیتیں ہیں جو رسول اکرمؐ نے پڑھ کر لوگوں کو سنائیں اور جسے ہم بھی پڑھتے ہیں۔ قرآن کی اس

صورت کو ''ذکر'' کہتے ہیں۔

انہ لقرآن کریمo فی کتب مکنونo لا یمسہ الا المطھرونo میں لفظ مکنون سے مراد حضرت رسول پاک کا سینۂ مبارک ہے یعنی وہ قرآن جو سینۂ رسول میں پوشیدہ ہے اس کا تعلق مطہرون سے ہے۔

اس لئے یہ کتاب جس کا تعلق رسول اکرمؐ کے قلب مطہر سے ہے وہ دل سے دل کو پہنچی۔ جس کا تعلق مطہروں سے تھا رسول اکرمؐ ان کو سینے سے لگائے دل کے نقش دل میں اتارتے تھے۔ لیکن ہر سینہ اس قابل نہ تھا جو سینہ رسولؐ سے متصل ہو سکے۔ اس کے لئے خالق نے مخصوص سینے بنائے تھے۔ اس لئے رسولؐ اکرم نے فرمایا تھا: **انی تارک فیکم الثقلین کتاب اللّٰہ و عترتی. فان تمسکتم بھما لن تضلوا بعدی.**

اے لوگو! میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جاتا ہوں۔ ایک اللہ کی کتاب اور دوسری میری عترت۔ جب تک تم ان دونوں سے وابستہ رہو گے ہرگز ہرگز گمراہ نہیں ہو گے۔

یاد رہے کہ ہمارا ایمان قرآن مجید اور حدیث کے درمیان محدود ہے۔ اگر ہم اس راہ ایمان پر ذرا بھی ڈگمگائے تو ہمارا ایمان رخصت ہو جائے گا۔

اس میں شک نہیں کہ قرآن اپنے بارے میں اعلان کر رہا ہے: **ذالک الکتاب الاریب فیہo** یہ وہ کتاب ہے جس میں شک

کی گنجائش نہیں۔ ہدایت ہے متقین کے لئے۔ **ھدًی للمتقین○**

قرآن کا اعلان اور رسولؐ کا فرمان ایک ہوگا۔ یہ ممکن نہیں ہے کہ قرآن وہ بات کہے جو قول رسول کے برعکس ہو اور نہ ہی یہ ممکن ہے کہ رسول جو کہیں وہ قرآن کے برخلاف ہو کیونکہ رسول وہی کہتے ہیں جو قرآن کہتا ہے **وماینطق عن الھویٰ○ ان ھو الاوحی یوحٰی○**

رسول اکرمؐ نے اس دنیا سے جاتے جاتے تحفظ دین اور ہدایت امت کے لئے قرآن کے ساتھ ساتھ وارثان قرآن کا تعارف بھی کرادیا تاکہ امت کو قرآن کے ظاہر و باطن کو سمجھنے کے لئے امت کے پاس سامان ہدایت موجود ہو اور وہ دین اسلام کا صحیح فہم حاصل کرسکے کیونکہ نجات کے لئے اللہ کا پسندیدہ دین اسلام ہی ہے۔ **ان الدین عنداللّٰہ الاسلام.**

ایک مسلمان جس کا دل یاد خدا سے معمور ہوتا ہے وہ خدا کی رضا جوئی کے لئے اپنی پوری زندگی کھپا دیتا ہے۔ اس کا دل ہر وقت خدا کی طرف لگا ہوتا ہے۔ دیکھنے میں تو وہ دنیا میں ہوتا ہے اور دنیا کے کام کررہا ہوتا ہے لیکن کسی لمحے یاد الٰہی سے غافل نہیں ہوتا۔ ذکر خدا کا مطلب اور یاد الٰہی کے معنی صرف اللہ ھو اللہ ھو کرنا یا کسی خاص اسم الٰہی کو ایک مخصوص تعداد میں پڑھنا نہیں بلکہ ذکر خدا کا مطلب یہ ہے کہ بندہ خدا کو کسی لمحے، کسی آن، کسی حالت میں نہ بھولے اور کوئی کام ایسا نہ کرے کہ خدا کی ناراضگی کا سبب ہو یا اس کے غضب کا باعث ہو۔ ایسے مسلمان کی پوری زندگی عبادت ہے۔

اسلام صرف اتنا ہی نہیں کہتا کہ ہم خدا کے آگے سر جھکائیں بلکہ مطالبہ کرتا ہے کہ ہمارا جو بھی عمل ہو وہ معصیت سے خالی ہونا چاہیے تاکہ ہمارا وہ عمل اللہ کے قرب کا باعث ہو اور عبادت کے دائرے میں شامل ہو جائے۔ مثلاً بزرگوں کا احترام کرنا عبادت ہے، بچوں پر مہربانی کرنا عبادت ہے، بیمار کی خدمت کرنا عبادت ہے، یتیم کی کفالت کرنا عبادت ہے، رزق حلال کمانا عبادت ہے، ظلم کے خلاف احتجاج کرنا بھی عبادت ہے، یعنی یہ کہ ہم بظاہر جو کام دنیا کے لئے یا یوں کہیئے کہ انسانیت کے لئے کر رہے ہیں اگر اس میں خلوص اور رضائے الٰہی پیش نظر ہو تو بلاشبہ ہمارا یہ عمل بھی عبادت ہے بلکہ حدیث میں یہاں تک ہے کہ ادخال السرور فی قلب مومن عبادة. یعنی کسی مومن کو خوش کرنا بھی عبادت ہے۔

اس کے برعکس جو شخص کم تول رہا ہے، جھوٹ بول رہا ہے، کسی کو دھوکہ دے رہا ہے، جعلی دوا بیچ رہا ہے یا اپنی ڈیوٹی صحیح طور پر انجام نہیں دے رہا وہ یہ نہ سمجھے کہ اس کے اس عمل کا دین سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ انسان کی ساری زندگی دین کے دائرے میں ہے۔ اسی لئے کہا گیا ہے کہ پورے کے پورے اسلام میں داخل ہو جاؤ۔ اُدخلوا السلم کآفّه. مسلمان کو معلوم ہونا چاہئے کہ خدا حاضر و ناظر ہے۔ یہ دنیا خدا کا دربار ہے اور وہ دربار الٰہی میں حاضر ہے۔ خدا کی نظر کے سامنے ہے۔ خدا اسے دیکھ رہا ہے۔ پس مسلمان کو بے سکونی کے اس ہنگامہ خیز زمانے میں خدا کے ذکر کو مجسم اور عملی

صورت دینی چاہئے۔ قرآن کتنا سچ کہتا ہے: **الا بذکر اللّٰہ لتطمئن القلوب** کہ دلوں کو اطمینان بس ذکر الٰہی سے حاصل ہوتا ہے۔

یہ انسان کی فطرت میں ہے کہ وہ اپنے خالق اور اپنے پروردگار کی جستجو کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ کائنات میں پھیلے ہوئے آثار کو جب دیکھتا ہے تو وہ ''اثر'' کے ''مؤثر'' کو ڈھونڈنے لگتا ہے۔

ایسے لوگوں کو جو مظاہر قدرت اور فطرت میں خدا کو نہیں دیکھتے مولا امام حسینؑ کے ان جملوں سے رہنمائی لینی چاہئے جو انہوں نے ''دعائے عرفہ'' میں فرمائے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ اے پروردگار! تو غائب ہی کب تھا کہ میں تجھ کو ڈھونڈتا پھروں اور تیرے وجود پر دلیل لاؤں۔ اندھی ہے وہ آنکھ جو تجھ کو (مظاہر قدرت و فطرت میں) نہیں دیکھتی۔

تجلی تیری ذات کی سو بہ سو ہے
جدھر دیکھتا ہوں ادھر تو ہی تو ہے

انسان ہر سانس، ہر لمحے، ہر عمل میں اللہ کی جستجو میں بھٹکتا رہتا ہے اور جب اس کا طائر فکر دم توڑ دیتا ہے تو اس کے دل سے یہ آواز آتی ہے کہ اے مالک دوجہاں! تیرا خیال، تیرا تصور، تیرا تقرب حاصل کر لینے کا طریقہ کہاں سے پاؤں؟ بیشک تو نے یہ دنیا بنائی ہے اور تو نے اپنے بندوں کو بے سہارا اور بے ہدایت نہیں چھوڑا۔ تو رحمٰن ہے، تو رحیم ہے، تو کریم ہے، تو ظلم سے بعید ہے تو پھر تو نے گنہگاروں کے لئے دوزخ کیوں بنائی۔

خالق کی آواز آئے گی کہ اے انسان! ہم نے تم کو اپنی عبادت کے لئے بنایا ہے۔ اور تمہاری ہدایت اور ہماری معرفت کو سمجھانے کے لئے ہر دور میں ہادی بھیجے ہیں۔ وہ تمہیں ہماری معرفت کا پتہ دیں گے۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر اللہ اپنے لطف و کرم سے بندوں کی ہدایت کے لئے ہادی نہ بھیجتا تو بندے یہی کہتے کہ اے مالک! ہم نے تیری وحدانیت کا اقرار کیا۔ مگر تیری منزل کا پتہ بتانے ولا کوئی نہیں تھا۔

لہٰذا خالق نے اپنے بندوں کی رہبری کے لئے ہادیوں کو بھیجا جو اس کی بارگاہ میں سرخرو ہونے کے طریقے بتاتے رہے۔ ایک کے بعد ایک ہادی آتا رہا اور کوئی زمانہ ایسا نہیں گزرا اور کوئی قوم اس روئے زمین پر ایسی نہیں گزری جہاں اللہ نے اپنا کوئی ہادی نہ بھیجا ہو جیسا کہ قرآن مجید نے بتایا ہے: **ولکل قوم هادٍ**. یعنی ہم نے ہر قوم میں ایک ہادی بھیجا ہے۔ اور یہ اللہ کی سنت نہیں ہے کہ وہ کسی بستی کو ہلاک کردے مگر یہ کہ اس میں کوئی ہادی نہ آیا ہو۔ جس قوم میں ہادی اور پیغمبر آئے اور جھٹلائے گئے انہیں قوموں پر اللہ کا عذاب بھی آیا ہے۔ انبیاء کا یہ سلسلہ جو حضرت آدمؑ سے شروع ہوا تھا چلتے چلتے سرزمین مکہ میں حضرت خاتمؐ پر مکمل ہوا۔ اللہ نے اپنے نبی خاتمؐ کو نذیر و بشیر اور سراج منیر بنا کر بھیجا۔ یہ آفتاب جہاں تاب قیامت تک سارے انسانوں کے لئے بلا رنگ و نسل ہدایت کی روشنی پہنچاتا رہے گا۔ خدا نے اپنے نبی کو کسی خاص قوم یا کسی خاص علاقے کے

لئے نہیں بلکہ سارے جہانوں کے لئے نبیؐ رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

قرآن کہتا ہے: وما ارسلناک الا رحمة للعلمینo اے رسولؐ! ہم نے آپ کو تمام دنیا جہان والوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

اب آیئے سرنامۂ کلام کی آیت کی طرف لوٹتے ہیں جس میں ارشاد پروردگار ہو رہا ہے۔ انه لقرآن کریمo فی کتب مکنونo لا یمسه الا المطهرونo بے شک یہ بڑے رتبے والا قرآن چھپی ہوئی کتاب میں ہے۔ اس کو وہی چھو سکتے ہیں جو طاہر و مطہر ہیں۔

اس آیت میں اللہ نے سینۂ رسولؐ کو کتاب مکنون سے تعبیر فرمایا ہے اور مطہرون کو سمجھنے کے لئے قرآن کی آواز آئے گی: انما یرید اللّٰه لیذهب عنکم الرجس اهل البیت ویطهرکم تطهیراً. صلوٰۃ

اور خدا کا رسولؐ ان نفوس قدسیہ کو ایک چادر میں جمع کر کے فرما رہا ہے کہ یہ ہیں میرے اہلبیتؑ۔ یہی بات ہم حدیث کساء میں پڑھتے ہیں۔ غور سے پڑھئے تو آپ دیکھیں گے کہ صرف رسولؐ ہی نہیں کہہ رہے کہ یہ میرے اہلبیتؑ ہیں بلکہ خالق اہلبیتؑ رسول کا تعارف کروا رہا ہے۔ جبرئیلؑ کو حکم ہوتا ہے کہ جاؤ۔ زمین پر جاؤ اور ہمارے حبیبؐ کی خدمت میں آیت تطہیر لے جاؤ۔ جبرئیلؑ دیکھ رہے ہیں کہ پنجتن ایک چادر میں جلوہ گر ہیں۔ وہ خالق سے پوچھ رہے

ہیں کہ اے پروردگار! یہ پانچ تن کون ہیں جو چادر میں جمع ہیں تو خالق ان سے فرماتا ہے کہ اے جبرئیلؑ ! یہ اہلبیتؑ نبوت ہیں، یہ معدن رسالت ہیں۔ غور کریں کہ خالق کہہ رہا ہے کہ یہ نبوت کے اہلبیتؑ ہیں۔ یہ رسالت کے معدن ہیں۔ پھر ارشاد ہوتا ہے کہ دیکھو! یہ فاطمہؑ ہے، یہ فاطمہؑ کے بابا ہیں، یہ فاطمہؑ کے شوہر ہیں، یہ فاطمہؑ کے فرزند ہیں۔ یہ نہیں فرمایا کہ یہ نبی ہیں، یہ نبی کی بیٹی ہے، یہ نبی کا داماد ہے، یہ نبی کے فرزند ہیں، نہیں! بلکہ پنجتن کا تعارف یوں کروایا فاطمہؑ محور تعارف بن گئیں: ھم فاطمة وابوھا و بعلھا وبنوھا. صلوٰۃ

اللّٰہُ غنی! یہ ہے فاطمہؑ کی منزلت۔ یہ ہے بنت رسول کا مقام۔ جبرئیلؑ کہتے ہیں کہ اے پروردگار! کیا مجھ کو اجازت ہے کہ میں بھی اس محفل پنجتن پاک میں شریک ہوجاؤں؟ خدا نے اجازت دی۔ تو جبرئیلؑ عرش سے فرش پر آئے اور فرمایا کہ اے اللہ کے رسولؐ! اللہ نے آپ کے لئے درود وسلام کا تحفہ بھیجا ہے اور فرمایا ہے کہ اگر یہ پنجتن نہ ہوتے تو میں اس کائنات میں کچھ بھی پیدا نہ کرتا۔ انہیں پنجتن کے صدقے میں یہ کائنا خلق ہوئی ہے۔ صلوٰۃ

گویا فاطمہؑ کی منزلت کو سمجھانا ہے۔ دیکھو! یہ وارث اسلام ہے۔ آیت تطہیر اہلبیت رسولؐ کی عصمت کی دلیل ہے اور اہلبیتؑ سے مراد بی بی فاطمہؑ اور بارہ امام ہیں جبکہ ہم دیکھتے ہیں کہ چادر تطہیر میں رسول اللہؐ کے ساتھ صرف فاطمہؑ، علیؑ، حسنؑ اور حسینؑ ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ چادر تطہیر میں ہمیں صرف پانچ ہستیاں

نظر آتی ہیں چودہ نہیں۔ اعتراض کرنے والوں نے اعتراض کیا کہ پھر معصوم ۱۴ کیسے ہوگئے۔ سب اہلبیتؑ کیسے ہوگئے۔ اس میں زین العابدینؑ نہیں ہیں، باقرؑ نہیں ہیں، جعفر صادقؑ نہیں ہیں، موسیٰ کاظمؑ نہیں ہیں، رضاؑ نہیں ہیں، تقیؑ نہیں ہیں، تقیؑ نہیں ہیں، عسکریؑ نہیں ہیں اور امام مہدیؑ نہیں ہیں۔

اے عزادارو! ایسا نہیں ہے۔ یہ سب وہ معصوم ہیں جن کی تربیت گہوارۂ توحید میں ہو رہی تھی۔ جن کی پرورش آغوش نور میں ہو رہی تھی۔ خالق نے چادر تطہیر میں پانچ معصوموں کا جلوہ دکھایا کیونکہ رسولؐ اکرم کی حیات میں باقی معصوم عالم ظاہر میں موجود نہیں تھے۔ وہ سب باتبع معصوم ہیں۔ حسینؑ کی نسل سے باقی نو امام ہوئے جو سب کے سب معصوم ہیں۔ یہیں سے حسینؑ کی عظمت ظاہر ہوتی ہے۔

حسینؑ کا اللہ کے دین سے کیا تعلق تھا اور اللہ سے کیا لینا دینا تھا۔ یہ وہ راز تھا جو حسینؑ کی شہادت میں مضمر تھا۔ جس دین کی ابتدا رسول اکرمؐ کے ہاتھوں سے ہوئی تھی اسے کربلا میں حسینؑ نے اپنے خون سے بچایا۔ اور اللہ کے دین کے پرچم کو اس طرح سے بلند کر دیا کہ قیامت تک ہمیشہ لہراتا رہے گا۔ اسی لئے رسول اکرمؐ حسینؑ کو بہت چاہتے تھے اور اکثر اپنے پیارے نواسے کی گردن کے بوسے لیتے تھے۔ کبھی انہیں کاندھوں پر سوار کرتے اور ان کے لئے مرکب بن جاتے اور کبھی ان کے لئے سجدے کو طول

دیا کرتے تھے۔ جب حسینؑ کی ولادت کوئی تو رسول اللہؐ بہت خوش تھے اور جناب سیدہؑ بھی بہت خوش تھیں کہ اتنی دیر میں جبرئیل امینؑ نازل ہوئے اور انہوں نے رسول اکرمؐ کو شہادت حسینؑ کی، خبر سنائی جس پر رسول اکرمؐ رونے لگے۔ بی بی سیدہؑ نے پوچھا کہ باباجان! خوشی کے اس موقع پر رونے کا سبب کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ بیٹی! ابھی ابھی جبرئیل امینؑ آئے تھے اور انہوں نے میرے اس پیارے حسینؑ کی شہادت کی خبر سنائی ہے۔ یہ سن کر بی بی سیدہؑ بھی رونے لگیں۔ انہوں نے پوچھا کہ باباجان! جب حسینؑ شہید ہوں گے تو ان پر کون روئے گا؟ یہ واقعہ کب پیش آئے گا؟ کیا اس وقت ہم میں سے کوئی ہزگا؟ رسول خداؐ نے فرمایا کہ بیٹی! تم نہیں ہوگی۔ نہ علیؑ ہوں گے۔ حسنؑ بھی نہیں ہوں گے۔ مگر غم نہ کرو خدا ایک قوم کو پیدا کرے گا جو حسینؑ پر روئے گی۔

دنیا نے دیکھ لیا اللہ کے دین کو اس طرح سنبھالا جیسا کہ اعلان تھا "لااکرہ فی الدین" دین میں زبردستی نہیں۔ حسینؑ نے شب عاشور چراغ گل کردئے۔ فرمایا جاؤ میں نے اپنی بعت اٹھادی۔ یہ اللہ کے دین کا مظاہرہ تھا۔ یہ وہ دین تھا جسکو اللہ نے بھیجا تھا یہ دین تھا جس کو رسولؐ نے عالم ظاہر پیش کیا تھا۔ جس کے اصول مکمل ہیں۔

اصول دین کو سمجھتے چلیں۔ غور کریں اصول دین پانچ ہیں۔ توحید ہے عدل ہے۔ نبوت ہے۔ امامت ہے۔ قیامت ہے۔

یعنی توحید اللہ کی وحدانیت کا اقرار کرنا۔ عدل یعنی اللہ کو عادل جاننا۔ نبوتؑ یعنی حضرت آدمؑ سے لے کر حضرت خاتمؐ تک ہونے والے سارے انبیاءؑ پر ایمان لانا اور حضرت خاتم النبیینؐ کی رسالت کی گواہی دینا۔ امامت یعنی رسول اللہؐ کے بعد ان کے بارہ جانشینوں پر ایمان لانا جو کہ رسول اللہؐ کے بعد شریعت اسلام کے محافظ ہیں۔ جس طرح اللہ اپنے رسولوں کا انتخاب کرتا ہے اور لوگوں کو یہ حق نہیں کہ وہ رسول بنالیں اسی طرح لوگوں کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ اپنے لئے امام منتخب کریں۔ رسولوں کی طرح امام مقرر کرنا بھی اللہ تعالیٰ کا حق ہے۔ قرآن گواہی دے رہا ہے۔ خالق نے حضرت ابرہیمؑ کو نبی بنایا رسول بنایا اور اپنا خلیل بنایا اور آخر میں انہیں انی جاعلک للناس اماما کی منزل سے سرفراز فرمایا۔ امامت کی منزل آئی تو حضرت ابراہیمؑ نے سوال کیا کہ اے مالک! میری ذریت میں سے بھی امام بنائے گا؟ قدرت نے جواب دیا لا ینال عھدی الظالمین ظالم ہمارے اس عہدے کو نہیں پاسکتے۔ امامت دوں گا مگر ظالم کو نہیں۔ اللہ کی بارگاہ میں سرخرو ہونے کے لئے وہی امام اور رہبر ہوگا جو اللہ کی رضا لئے ہوئے ہو۔ مگر یاد رکھیئے اگر اللہ کی توحید میں شرک کیا تو ہرگز ہرگز شفاعت نصیب نہیں ہوگی اور نہ کوئی جزا ملے گی چاہے آپ کا عدل، نبوت اور امامت سب پر ایمان کیوں نہ ہو۔ توحید پروردگار کو ہر حال میں خالص ہونا چاہیے۔ خدا اپنے بندوں کے باقی گناہوں کو معاف کرسکتا ہے مگر ازروئے قرآن شرک

کو کسی حال میں معاف نہیں کرے گا۔

اس طرح اللہ نے جہاں اصول دین واجب کر دیئے وہاں فروع دین بھی واجب کر دیئے۔ زندگی جینے کے طریقے خالق نے اپنے رسولؐ کے ذریعہ سکھا دیئے یعنی نماز کیا ہے؟ روزہ کیا ہے؟ حج کیا ہے؟ زکوٰۃ کیا ہے؟ خمس کیا ہے؟ وغیرہ۔ جس طرح اصول دین میں توحید باری کا اقرار سب سے اہم ہے اسی طرح فروع دین میں نماز سب عبادتوں پر فوقیت رکھتی ہے جس کی نماز قبول ہوگی اس کے باقی اعمال یعنی حج، روزہ، خمس اور زکوٰۃ بھی قبول ہوجائیں گے اور جس کی نماز قبول نہیں ہوگی اس کے باقی سارے اعمال رائیگاں جائیں گے۔ نماز کے لئے کہا گیا ہے کہ **اِن قُبلت قُبِلت ماسوھا واِن ردّت ماسوھا.**

امام جعفر صادقؑ کا ارشاد ہے کہ اے ہمارے شیعو! ہمارے لئے باعث زینت بنو باعث ننگ و عار نہ بنو۔

ہم خدا نہیں اس کی نشانیاں ہیں۔ ہم اللہ کی آیت ہیں۔ ہم اللہ کا کلمہ ہیں۔ ہم اللہ کی زبان ہیں۔ ہم اللہ کی رضا ہیں۔

اللہ کی وحدانیت کا عرفان حاصل کرلینا آسان نہیں۔ اللہ جس کو چاہتا ہے نواز دیتا ہے۔ امام کا ارشاد ہے کہ اللہ جب کسی بندے کے بارے میں چاہتا ہے تو اس کے سینے کو اسلام کے لئے کھول دیتا ہے۔ جب شرح صدر ہوتا ہے تو اس کی زبان سے کلمۂ حق نکلتا ہے اور حق کے مطابق عمل کرتا ہے۔ جب شرح صدر کے

ساتھ عمل کرتا ہے تو اس کا اسلام مکمل ہوتا ہے۔ جب ایک عام انسان کی یہ منزل ہے تو خدا کے برگزیدہ رسولؐ کے اس وصی کا کیا عالم ہوگا جو کہہ رہا ہے کہ رسول اللہؐ نے مجھ کو ایک باب سکھایا تو اس ایک باب سے ہزاروں باب کھلتے چلے گئے۔

مولائے کائنات فرماتے ہیں سلونی سلونی... مجھ سے پوچھ لو جو کچھ تم پوچھنا چاہتے ہو۔ مولا کی یہ آواز مسجد میں گونج رہی تھی کہ ایسے میں ایک شخص آگے بڑھ کر کہتا ہے: یاامیرالمومنینؑ! بتایئے جبرئیلؑ کہاں ہیں؟ مولائے کائنات نے مغرب کی طرف دیکھا، مشرق کی طرف دیکھا، زمین کی طرف دیکھا، آسمان کی طرف دیکھا پھر فرمایا کہ تم ہی ہو۔

دنیا نے دیکھا مسجد کی چھت پھٹ گئی اور حضرت جبرائیلؑ پرواز کر گئے۔

لوگوں نے پوچھا کہ آپ نے کس طرح پہچانا؟ تو مولا نے جواب دیا کہ میں نے آسمان میں دیکھا، زمین میں دیکھا، دائیں بائیں دیکھا، معلوم ہوا کہ انسان کی صورت میں جبرائیلؑ موجود ہیں تو پہچان لیا۔

ختمی مرتبتؐ نے یونہی نہیں فرمادیا: **انا مدینة العلم و علیؑ بابھا** اور یہ کہ **زینّو مجالسکم بذکر علی بن ابی طالب**. یعنی اپنی مجلسوں کو ذکر علیؑ سے زینت دو۔ علیؑ کا ذکر میرا ذکر ہے۔ میرا ذکر خدا کا ذکر ہے۔ خدا کا ذکر عبادت ہے۔ علیؑ

کی یہ منزلت رسول اکرمؐ نے بتائی۔

اور خلاق عالم علیؑ کی شان میں قصیدہ پڑھتا ہے کہ ومن الناس من یشری نفسه ابتغاء مرضات اللّٰہ. اور انسانوں میں ایک ایسا انسان بھی ہے جو خدا کی خوشنودی کے لئے اپنی جان بیچ ڈالتا ہے۔ (سورۂ بقرہ: آیت ۲۰۷) علیؑ نے شب ہجرت بستر رسول پر سو کر اللہ کو اپنی جان بیچ دی اور اللہ کی مرضی خرید لی۔ شب ہجرت بستر رسول پر تلواروں کی چھاؤں میں سونے والا جب صبح اُٹھا تو اللہ کی سند لے کر اُٹھا۔ اب علیؑ کو یداللہ کہیے، عین اللہ کہیے، وجہ اللہ کہیے کیونکہ علیؑ نفس اللہ ہیں۔

عزادارو! اللہ نواز رہا ہے۔ اگر آپ غور کریں گے تو آپ کو کتاب اللہ اور عترتی کے مابین تعلق سمجھ میں آجائے گا کیونکہ دونوں کا کردار ایک، زبان ایک اور عمل ایک ہے۔

تاریخ کا بغور مطالعہ کریں تو آپ دیکھیں گے کہ صفین میں علیؑ کے مقابل میں قرآن کو نیزے پر بلند کیا گیا۔ کربلا میں کتاب مکنون جن کے سینے میں تھی اس وارث قرآن کا سر نیزے پر بلند کیا گیا۔ حسینؑ نے آخری سانس تک نانا کے دین کو زندہ رکھا۔ مانگنے والوں نے دین کے لئے کیا نہیں مانگا۔ عاشور کی رات۔ اللہ رے وہ رات کیا رات تھی۔ پوری رات خیمہ گاہ حسینؑ تسبیح و تہلیل کی آوازوں سے گونجتی رہی۔ عاشورہ کی صبح نماز۔ تیروں سے زخمی۔ اللہ کی بارگاہ میں حاضر۔ عاشور کی ظہر تک مظاہرہ۔ اس کے بعد کیا ہوا؟ وہ کربلا

والوں سے پوچھئے۔ اذان دینے والا علی اکبرؑ کہاں ہے؟ لیلیٰ سے پوچھئے۔ عباس علمدارؑ کہاں ہے؟ پیاسی سکینہؑ سے پوچھئے۔ اصغرؑ کہاں ہے؟ رباب سے پوچھئے۔ قاسم کہاں ہیں؟ اُمّ فروہ سے پوچھئے۔ عون ومحمد کہاں ہیں؟ زینبؑ سے پوچھئے۔

یہ ایک اللہ کے دین پر اپنی گود کے پالوں کو اپنے وارثوں کو قربان کر کے کربلا کے جنگل میں بیٹھے ہیں۔ اے عزادارو! رات کیسے گزری۔ علیؑ کی جائی، فاطمہؑ کی بیٹی، حسینؑ کی بہن، رسولؐ کی نواسی، بی بی زینبؑ نے بھائی کی شہادت کے بعد حسینؑ کے مشن کو کس طرح سنبھالا۔ بھائی کی شہادت ہوگئی۔ سر نیزے پر بلند ہوگیا۔ خیمے جل گئے۔ بچوں کو طمانچے لگے۔ سر سے چادریں چھین لی گئیں مگر زینب کبریٰؑ ماں کا صبر اور باپ کی شجاعت کے ساتھ نگرانی کر رہی ہے۔

اندھیری رات میں مقتل میں ہو کا عالم تھا کہ ایسے میں بی بی زینبؑ نے دیکھا کہ ایک سوار بڑھا چلا آرہا ہے۔ بنت علیؑ زینبؑ جلال کے ساتھ آواز دیتی ہیں کہ اے سوار! رک جا۔ میرے بچے ابھی ابھی سوئے ہیں۔ ہمارے پاس کچھ سامان نہیں ہے اگر لوٹنے کا ارادہ ہے تو صبح آ کر لوٹ لینا۔ یاد رکھ میں علیؑ کی بیٹی ہوں۔ سوار نہ رکنا تھا نہ رکا وہ آگے ہی بڑھتا رہا۔ یہاں تک کہ جناب زینبؑ کے قریب پہنچ گیا۔ جناب زینبؑ نے آگے بڑھ کر گھوڑے کی لگام کو تھام لیا اور علیؑ کے جلال کے ساتھ کہنے لگیں: میں کہہ رہی ہوں پھر بھی تجھ کو خیال نہیں آتا۔ زینبؑ نے دیکھا کہ علیؑ نے نقاب الٹ

دی۔ پہچانا نہیں بیٹا میں تیرا بابا علیؑ ہوں۔ زینبؑ بیقرار ہوگئیں۔ کہا بابا! اب آئے ہو جب حسینؑ کا سر کٹ گیا۔ بابا اب آئے ہو جبکہ سر سے چادر چھن گئی۔ بابا اب آئے ہو جب سکینہؑ کے گوشوارے چھن گئے۔ بیمار بھتیجے کا بستر چھینا گیا۔ بابا خیمے جل گئے۔

گیارہویں محرم کو مقتل شہداء کی طرف سے سب کو اسیر کر کے لے جایا گیا۔ زینبؑ کہہ رہی تھیں: نانا اللہ نے تمام انبیاؑء پر آپ کو شرف بخشا اور سب سے افضل بنایا۔ ملائکہ نے آپ کے جنازے پر نماز پڑھی۔ ملائکہ آپ پر درود پڑھتے ہیں مگر افسوس! نانا آپ کا فرزند حسینؑ جس کی آپ نے اپنی آغوش مبارک میں پرورش کی، جس کی خوشی کی خاطر روز عید سواری بنے۔ آج وہی حسینؑ کربلا کی ریت پر بے گور و کفن پڑا ہے اور لاش پامال ہے۔ آپ کی نواسیاں کنیزوں کی طرح قید کر کے لے جائی جارہی ہیں اور کوئی ان کی فریاد کو پہنچنے والا نہیں۔

—☆☆☆—

کربل تجھے دعائیں دے رہا ہے کوئی

کربل تجھے دعائیں دے رہا ہے کوئی
دامن کو آنسوؤں سے بھگو رہا ہے کوئی

اندھیری رات ہے ایک آواز آ رہی ہے
آ میرے لال آجا رو رہا ہے کوئی

سجدے بھی ہیں شکرانے تشنہ لبی کی منزل
ساغر لب کوثر سے چھلکا رہا ہے کوئی

اٹھارہ سال کا سن نکھرا ہوا شباب
آ کر تیرے دامن میں سو رہا ہے کوئی

سہرے کے پھول کھل کر بکھرے ہوئے ہیں تجھ پر
مہندی نہیں لہو میں ڈبو رہا ہے کوئی

فرات تڑپ تڑپ کر قدموں کو چومتی ہے
نقش قدم وفا کے دکھلا رہا ہے کوئی

سوکھی ہوئی زبان چہرے پہ مسکراہٹ
منزل شہادت کی بتلا رہا ہے کوئی

خیمے جل چکے ہیں چادر چھن چکی ہے
بالوں سے منہ چھپائے جارہا ہے کوئی

نیزے پہ سر لب پہ قرآن کی تلاوت
تفسیر کربلا کی سمجھا رہا ہے کوئی

کربل سے شام تک صبر تازیانے
مظلومیت میں حق کو سمجھا رہا ہے کوئی

دربار میں یزید کے رونے کا غل مچا
خطبہ سر منبر سے فرما رہا ہے کوئی

بابا کی جدائی میں تڑپ کر سوگئی
زندان میں اب شمع جلا رہا ہے کوئی

زیباؔ کو فکر عقبٰی دنیا سے کیا غرض
چل اس جہان سے تجھ کو بلا رہا ہے کوئی

نویں مجلس

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ○ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○
اَلْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ. بَارِئُ الْخَلَائِقِ اَجْمَعِیْنَ.
وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی اَشْرَفِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ
خَاتَمَ النَّبِیِّیْنَ رَحْمَۃٍ لِّلْعَالَمِیْنَ اَبِی الْقَاسِمِ مُحَمَّدٍ.
وَعَلٰی وَزِیْرِہٖ وَوَصِیِّہٖ اَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِمَامَ الْمُتَّقِیْنَ
یَعْسُوْبَ الدِّیْنَ اِمَامَ الْمَشَارِقِ الْمَغَارِبِ عَلِیَّ بْنَ اَبِیْ طَالِبٍ.
وَعَلٰی اَھْلِبَیْتِہِ الطَّیِّبِیْنَ الطَّاھِرِیْنَ الْمَعْصُوْمِیْنَ وَصَحْبِہِ الْمُنْتَجَبِیْنَ.

کچھ علمدارانِ حق سر دے کے ایمان لے گئے
کچھ اسیران ہوس نیزوں پہ قرآن لے گئے
ہائے کیا گل چین ملے تھے گلشن اسلام کو
گل چنے ایسے گلستان کا گلستان لے گئے

فغان وابستہ سرور

وللّٰہ یسجد من فی السمٰوات والارض طوعًا و کرھًا وظللھم بالغدو والاٰصال○ آسمانوں اورزمین میں جوکوئی بھی ہے خوشی سے یا زبردستی سے سب اللہ ہی کے آگے سجدہ کرتے ہیں۔ اسی طرح ان کے سائے بھی صبح شام سجدہ کرتے ہیں۔ (سورۂ رعد: آیت ۱۵)

خالق کائنات اپنی کتاب قرآن میں سجدہ کرنے والوں کی صفات بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ:

التآئبون العبدون الحامدون السائحون الرکعون الساجدون الامرون بالمعروف و الناھون عن المنکر و الحفظون لحدود اللّٰہ. و بشر المؤمنینO یہ توبہ کرنے والے، عبادت کرنے والے، حمد و ثناء کرنے والے، اس کی راہ میں سفر کرنے والے، رکوع کرنے والے، سجدہ کرنے والے، نیک کام کا حکم دینے والے اور برے کام سے روکنے والے (خدا کی مقرر کی ہوئی) حدوں کی حفاظت کرنے والے، (یہی مومن ہیں) اور اے رسولؐ! ان مومنین کو (بہشت) کی خوشخبری دیدو۔ (سورۂ توبہ: آیت ۱۱۲)

سجدہ آپ بھی کرتے ہیں ہم بھی، شہنشاہ بھی کرتے ہیں فقیر بھی، انبیاؑء بھی کرتے ہیں اور ملائکہ بھی۔ سجدہ یعنی زمین پر پیشانی رکھ کر اللہ کی عظمت کا اعتراف کرنا کہ اے معبود! یہ سجدہ کرنے والا تیرا بندہ ہے اور تو نے ہی اِسے دنیا میں بھیجا ہے اور یہ تیری ہی طرف لوٹ کر واپس آئے گا۔

یہ خاکی بدن کا سجدہ ہے۔ سجدے کا یہ احترام صرف اسلام میں نظر آتا ہے حالانکہ کائنات کا ذرہ ذرہ سجدے کی منزل ہے اور حکم خدا کے آگے سرتابی نہیں کرسکتا۔

غور کریں کہ اللہ نے ہمیں دنیا میں بھیجا تو زندگی گزارنا ہی پڑی۔ زندگی دی تو فکر معاش کرنا ہی پڑی۔ زندگی میں تکلیف

دی تو اسے سہنا ہی پڑا۔ آرام دیا تو شکر کرنا ہی پڑا۔ آغوش میں اولاد دی تو اس کی پرورش کرنی ہی پڑی۔ بیماری دی تو بستر علالت آباد کرنا ہی پڑا اور پھر جب سب کچھ چھین کر بے جان لاشہ کر دیا تو سپرد خاک ہونا ہی پڑا۔

یعنی انسان کی حیات اور موت کا سلسلہ انسان کی اول خلقت سے ہی جاری ہے۔ دنیا کے تمام مذاہب کو دیکھئے تو سمجھ میں آئے گا کہ کسی مذہب میں سجدے کا عمل اتنا کارفرما نظر نہیں آتا جتنا اسلام میں نظر آتا ہے۔ ہر مسلمان کے لئے اللہ کی عبادت واجب ہے۔ نماز واجب ہے جس کی تکمیل سجدے کے بغیر نہیں ہوتی۔ آخر کیوں؟

اس لئے کہ مسلمانوں کے رہبر اور پیغمبرؐ جو اول نور ہیں وہ بھی اپنی عبودیت کا اظہار کرتے ہوئے خدا کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہوتے تھے۔ پیغمبرؐ دو عالم دین کی تعلیمات خالق کائنات سے لے کر آئے اور خالق بھی کہہ رہا ہے: اے رسولؐ! میں تمہیں اس وقت بھی دیکھ رہا تھا جب تم سجدہ کرنے والوں میں کروٹیں بدل رہے تھے۔ **وتقلبک فی السجدین**○ (سورۂ شعراء: آیت ۲۱۹) امام فخر الدین رازی نے اس کی تفسیر کرتے ہوئے کہا کہ یہ آبائے پیغمبر ہیں، یہ اجداد پیغمبر ہیں جو سب کے سب رحمٰن کو رحمٰن مانتے تھے، جو سب کے سب رب العالمین کو رب العالمین جانتے تھے، جو سب کے سب ساجدین میں سے تھے یعنی خدا کو سجدہ کرنے والے تھے۔

فرشتے دیدار نور کر رہے تھے اور کوئی نظارہ نہ کرسکا۔ آدمؑ کی پیشانی ضوفشاں۔ مگر دیدار سے محروم آنکھیں دیدار نہ کرسکیں۔ حضرت موسیٰؑ کو شوق نظارہ طور تک کھینچ لایا۔ جتنا قریب ہوتے گئے روشنی اتنا ہی دور ہوتی گئی۔ آرزو میں اضافہ ہوتا گیا۔ رب ارنی کا سوال لب تک آ ہی گیا۔ فرمانے لگے کہ اے معبود! مجھے اپنا جلوہ دکھا۔ ایک نور چمکا۔ درخت سے شعلے نکلے۔ پہاڑ جل کر سرمہ ہوگیا۔ الغرض ایک کے بعد دوسرا نبی آتا رہا اور سلسلۂ ہدایت جاری رہا۔

یہاں تک کہ سرزمین عرب میں نوراول کا ظہور ہوا۔ وہ پیغمبر جو نور اول ہے خاتم النبیینؐ بن کر آیا۔ تکبیر کی صدائیں بلند ہونے لگیں۔ اسلام وہ اسلام جس پر ہم کو ناز ہے۔ ہمارا نبی، ہمارا رسولؐ، خاتم النبیین ہے۔ جو رحمۃ للعالمین سیدالمرسلین، صاحب محراب ومنبر، محبوب رب العالمین اور تاجدار انبیاءؑ ہیں۔ یہ اس محبوب کی شان ہے۔

ہمارا نبی ایسا نبی ہے ایسا رسول ہے جن کے احکام، جن کا پیام قیامت تک منسوخ ہونے والانہیں۔ جن کی شریعت قیامت تک جاری رہے گی کیونکہ آپ اللہ کے آخری نبی ہیں۔ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ ہاں رسول اللہؐ نے فرمایا کہ سلسلۂ ہدایت یوں جاری رہے گا کہ میرے بعد بارہ امام ہوں گے جو میرے جانشین ہوں گے۔ وہ شریعت کی حفاظت کریں گے اور اسلام کی تعلیم دیتے رہیں گے۔ امام علیؑ کے علم کی وہی شان ہے جو نبی کے علم کی ہے

کیونکہ نبی نے اپنا علم ان کو سکھایا ہے اور علم میں سب پر فضیلت کی گواہ آپ کی یہ حدیث ہے کہ **انا مدینۃ العلم و علی بابھا۔**

یہ ہمارا خیال نہیں بلکہ امام باقرؑ کا ارشاد ہے۔ آپ نے جابر بن عبداللہ انصاری سے فرمایا: اے جابر! روح القدس کے سبب ہم عرش سے لے کر تحت الثریٰ تک کے حالات جانتے ہیں۔ جب نبی انتقال کر جاتا ہے تو روح القدس امام میں منتقل ہو جاتی ہے۔ روح القدس کے سبب امام ہر شے کو دیکھ لیتا ہے۔ **لاالٰہ الااللّٰہ محمد رسول اللّٰہ** کی گواہی کے بعد مسلمان پر فرض ہے کہ اللہ کا رسولؐ، اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو احکام پہنچائے اس پر عمل کرے۔

جب ایک مسلمان نے اسلام قبول کیا یعنی جب وہ یقین کے ساتھ توحید، نبوت، امامت اور قیامت کا اقرار کر لے تو ان چیزوں پر ایمان لانے کے بعد اس پر لازم ہے کہ اسلام کے بتائے ہوئے تمام اعمال بجالائے۔ ایسا نہیں ہوسکتا کہ وہ دین کا کچھ حصہ لے اور کچھ چھوڑ دے یعنی اپنی پسند سے ہم دین میں سے کچھ انتخاب نہیں کر سکتے۔ یہ دین جو اللہ نے مکمل نازل کیا اور اس سے راضی ہوا ہے وہ پورے کا پورا ایک مسلمان کی زندگی میں نظر آنا چاہیے۔

یعنی یقین ہے تو نماز پڑھی، یقین ہے تو زکوٰۃ ادا کی، یقین ہے تو خمس دیا، یقین ہے تو حج کیا، یقین ہے تو قرآن کی تلاوت کی، چونکہ یقین ہے کہ اللہ ہمارے اعمال کا نگراں ہے اور وہ اعمال کی سزا یا جزا دے گا اس لئے ایک مسلمان اللہ کے رسولؐ

کے بتائے ہوئے راستے پر چلتا ہے۔

بیشک اسلام واجبات کو انجام دینے کی تاکید کرتا ہے۔ ان سب کا تعلق حقوق اللہ سے ہے مگر کچھ حقوق العباد بھی ہیں جو انسانیت سے وابستہ ہیں۔ خدا نے اپنے انبیاءؑ کے ساتھ جو دین بھیجا وہ فطرت انسانی کے مطابق ہے۔ دین اسلام دین فطرت ہے۔ ہر نبی جو دین لایا اس کا نام اسلام ہی ہے اور اسلام ہی اللہ کا پسندیدہ دین ہے۔ ان الدین عنداللّٰہ الاسلام.

خدا کا رسولؐ قدم قدم پر فطرت کے مطابق سبق دے رہا تھا کہ نیک کردار کیا ہیں۔ اخلاق کا عالم کیا ہے۔ محبت کا تقاضہ کیا ہے۔ عمل انسانیت سنت رسول کہلایا۔ یعنی جو عمل کیا سنت رسول، جو بیان کیا وہ حدیث، رسولؐ نے جو حکم دیا وہ حکم خدا تھا کیونکہ خدا کا رسول بغیر وحی کے کچھ نہیں کہتا۔ وہ کوئی عمل بغیر خوشنودیٔ خدا کے نہیں بجالاتا۔ لہٰذا رسول نے جو اعمال پیش کئے انسان کی زندگی کو صحیح راہیں بتائیں، وہ بھی عبادت میں شامل ہیں۔ یعنی ہمارا رسول سراپا ہدایت، ہمارا رسول سراپا اخلاق، ہمارا رسولؐ سراپا ایمان، ہمارا رسول سراپا عبادت۔ رسول کے جانشین بھی وہ عمل پیش کریں گے جو رسول نے فرمایا۔

اولنا محمدؐ، اوسطنا محمدؐ، آخرنا محمدؐ و کلنا محمدؐ. یعنی محمدؐ و آل محمدؐ نور علیٰ نور۔

یاد رکھئے! مذہب کے اصولوں کو سمجھنا ہو تو مذہب کے کردار

کو اپنانا ہوگا۔ اللہ کی وحدانیت کی گواہی دینی کافی نہیں۔ قرآن کا مطالعہ کرلینا کافی نہیں۔ صرف ائمہ معصومین کا وسیلہ کافی نہیں بلکہ اعتقاد کامل اور عرفان الٰہی کا جو عمل ہوگا وہی قابل قبول ہوگا۔ انسان اعتقاد کی منزل پر آجاتا ہے تو حقیقی اسلام کے فرمان کو پہچان لیتا ہے۔ ایمان کے جلوے نظر آتے ہیں۔ دنیا سے بے نیاز ہو جاتا ہے کیونکہ یقین کی منزل آنکھوں میں سمائی رہتی ہے۔

مولائے کائنات فرماتے ہیں کہ انسان جب یقین کی منزل پر آجاتا ہے تو اس کی زبان پر کلمۂ ربانی نکلتا ہے۔ جب کلمۂ ربانی نکلتا ہے تو اللہ کی خوشنودی کی راہیں تلاش کرتا ہے۔ جن راہوں کو تسلیم کرلیا وہ دین حق کی ہے یا نہیں۔ ان کے اصول کیا ہیں، ان کی تعلیمات کیا ہیں، وہ دین جو دین حق ہے اس کے پیرو کون ہیں، حفاظت کس نے کی، قربانیاں کس نے دیں، کس منزل پر یہ دین پہنچائے گا۔

چونکہ خالق دوجہاں کا ارشاد ہے: **افمن شرح اللّٰہ صدرہ للاسلام فھو علی نور من ربہ**○ جس شخص کا سینہ خدا نے اسلام کے لئے کھول دیا ہو اور وہ اپنے پروردگار کی طرف سے روشنی پر ہو۔ (سورۂ زمر: آیت۲۲) بھلا وہ کبھی گمراہ ہوسکتا ہے؟

یہی وہ منزل ہے جہاں نبوت کی شان، رسالت کی شان، امامت کی شان سمجھ میں آجاتی ہے۔ غور کریں! نبی خبر دینے والا، رسول پیغام پہنچانے والا، امام رسول کی شریعت کی حفاظت کرنے والا۔

غور کریں! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو خبر دے رہے ہیں کہ حسینؑ کی شہادت ہوگی۔ علیؑ کی زندگی میں نہیں، فاطمہؑ کی زندگی میں نہیں، حسنؑ کی زندگی میں نہیں بلکہ حسینؑ اکیلا ہوگا۔ پنجتن کا چراغ، کربلا کی سرزمین پر سجدہ کر کے بتائے گا۔

اب سمجھ میں آئے گا اسلام کیا ہے، سجدہ کیا ہے، اس کے بانی کون ہیں، اللہ کی بتائی ہوئی راہوں کا پتا دینے والے ہیں۔ خالق کے فرمان کے آگے ہر ایک سجدہ ریز ہے۔ جس نے سر تسلیم خم کر دیا اس کو بلندیاں نصیب ہوئیں اور جس نے انکار کر دیا اس نے لعنت کا طوق قیامت تک کے لئے اپنی گردن میں پہن لیا۔

سجدہ کیا ہے؟ بندگی کا اعتراف۔ سجدہ کیا ہے؟ عبودیت کا تقاضہ۔ سجدہ کرنے سے معبود کی شان سمجھ میں آئی، معبود کی محبت پیدا ہوئی، سجدہ کیا تو اپنی خودی کو پہچانا۔ خلاق عالم فرماتا ہے کہ میں بندے کی رگ گردن سے قریب ہوں میں عرش کی وسعتوں میں نہیں سماتا مگر میری جگہ مومن کے دل میں ہے۔

ایک سجدہ وہ ہے جو آدم خالق کے آگے کر رہے ہیں اور ایک سجدہ وہ ہے جو خالق فرشتوں کو حکم دے رہا ہے کہ آدم کو سجدہ کرو۔ ایک سجدہ سجدۂ معبود اور ایک سجدہ سجدۂ تعظیم۔ حکم خالق کا ہے۔ ایک ہی سجدے سے فرق بتلا رہا ہے۔ واجب کیا ہے؟ حکم کیا ہے؟ تعظیم کیا ہے؟ وحدانیت کا اقرار کرنا سجدہ کرنا سجدۂ حق۔ سجدۂ حق جب بندہ ادا کرتا ہے تو خالق بلندیاں عطا کرتا ہے، فرش سے عرش

تک روشن دلیل۔ خالق کا حکم آدم کو سجدہ کرو۔

اعلان حق ہے: **اذ قال ربک للملائکة انی جاعل فی الارض خلیفة**o (سورۂ بقرہ: آیت ۳۰)

فرشتے جیسی مخلوق سے سجدہ کروا رہا تھا جو اللہ کی تسبیح و تہلیل میں عبادت میں مشغول۔ فرشتوں کا اعتراض، خالق کا امتحان معرفت کا تھا۔ امتحان بندگی کا، امتحان رضایت کا، افضلیت عبادت کو نہیں ملتی عرفانیت کو ملتی ہے۔ جب تک پہچانو گے نہیں عبادت مکمل نہیں۔ امتحان لیا خالق نے آدم کا، سجدے سے سر اٹھایا انوار کا جلوہ دیکھا۔ خالق کا فرمان کہ اگر ان انوار میں سے ایک کی بھی دشمنی لے کر آؤ گے تو بخشوں گا نہیں۔

سمجھنے کی عرفان کی منزل کو دیکھئے۔ خالق محمد مصطفیؐ کی شان میں فرماتا ہے: **لولاک لما خلقت الافلاک**. اے محمدؐ! اگر آپ کو خلق نہ کرتا تو کائنات کو خلق نہ کرتا۔

اہلبیتؑ کی شان دیکھیں کہ یہ خدا کے کتنے نزدیک ہیں۔ کس طرح سے انہوں نے خود کو خدا میں فنا کردیا ہے کہ خدا فرماتا ہے کہ ان کے وسیلے سے دعا مانگو تو میں قبول کروں گا۔ دور رسالتمآبؐ میں لوگ خود رسول اللہؐ کو وسیلہ بنایا کرتے تھے اور خدا رحمت دوعالمؐ کے صدقے میں اپنی رحمت کے سبب ان کی دعاؤں کو قبول فرماتا تھا۔ اور رسالتمآبؐ کے بعد ان کے اہلبیتؑ کے توسل سے قاضی الحاجات کی بارگاہ میں اپنی حاجتیں اور مرادیں مانگتے ہیں

کیونکہ یہ ذوات مقدسہ خدا سے جدا نہیں ہیں، ان کی اطاعت خدا کی اطاعت ہے، ان کی خوشی خدا کی خوشی ہے، ان کی ناراضگی خدا کی ناراضگی ہے اور ان کی عطا خدا کی عطا ہے۔

آج ہمارا ایمان ہے عرفان بھی۔ امام حاضر ہے۔ ہماری سلامتی ہے۔ امام کا ظہور ہوگا۔ قیامت آئے گی۔ سمجھ میں آتا ہے۔ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وجہہ خلقت عالم دین، مقصد عالم کا ظہور اور آل محمدؑ بقائے عالم۔ عالم کو برقرار رکھنے کی وجہ اب پہچان لیجئے۔ رب ہے مظہر رب کیسا ہوگا۔ اللہ کی شان کو پہچاننے والے اور پہچھوانے والے کس منزل پر ہوں گے۔

ظاہر ہے خالق ہے۔ خالق کے نائب کی شان وہی ہوگی۔ جو اللہ نہ ہوگا مگر اللہ کا گمان ضرور کوئی اپنا جانشین مقرر کرتا ہے تو اس کا جانشین اتنا ہی بلند ہوتا ہے جو اس کا مالک ہوگا۔ جانشین کے فرائض اتنے ہی اہم ہوں گے جتنا مالک بلند ہوگا۔ ایک عالم کا جانشین جاہل نہ ہوگا، ایک قادر کا جانشین محتاج نہ ہوگا، اس لئے علم حاصل کرنا ہو تو وارث علم سے حاصل کیجئے جو عالم نور سے ہی تعلیم پاکر آیا ہو۔ عالم ظاہر میں آکر تعلیم دیتا ہے۔ عالم نور میں بھی معلم اور عالم ظاہر میں بھی۔

اس واقعے کو یاد کیجئے جب جبرئیلؑ سے قدرت مخاطب ہے کہ بتا میں کون ہوں؟ جبرئیلؑ پریشان ہے۔ اتنے میں دیکھتے ہیں جبرئیلؑ ایک سامنے آیا۔ آکر قریب کہہ رہا ہے اے جبرئیلؑ گھبرتے

کیوں ہو، کہہ دو انت رب جلیل، انا عبد ذلیل. تو جلیل ہے، میں بندہ ذلیل ہوں۔

جبرئیلؑ کو درس دینے والا استاد، وہ جبرئیلؑ جو عالم نور میں تھا اور جب عالم ظاہر میں آرہا ہے، شکم مادر میں، عالم ولادت میں عالم، یقین نہ آئے تو دست رسولؐ میں عالم ظاہر میں بعد ولادت رسولؐ کا جانشین۔ رسولؐ کی بعثت نہیں ہوئی ابھی۔ قرآن کا نزول نہیں ہوا مگر دست رسولؐ میں قرآن کی تلاوت کررہا ہے۔ رسولؐ کی تصدیق کررہا ہے۔ گویا رسالت کے علم کی گواہی دے رہا ہے۔ دیکھ لو رسولؐ ان پڑھ نہیں ہے۔ تصدیق کررہا ہے۔ اب نہ کہنا رسول نہیں جانتا تھا۔ حکم خدا کا ہوا۔ رسولؐ نے پیغام پہنچائے۔ احکام پہنچائے عمل کر کے دیکھائے تو معلوم ہوا۔ خلیفۃ اللہ علم لے کر آتا ہے جس میں خلقت عالم کی بھی جھلک ہے اور بقائے عالم کی بھی۔ خالق نے کائنات پر تصرف دے دیا۔ مگر باوجود تصرف کے بغیر حکم خدا حکم نہیں دیتے، جو اللہ کے رہبر ہیں رضا لئے ہوئے ہیں۔

یہی وہ مقام ہے جہاں اللہ کا فرمان سامنے آجاتا ہے:

وجعلنا منهم ائمة يهدون بامرنا لما صبروا وكانوا باياتنا يوقنونo اور ان میں سے ہم نے امام بنائے جو ہمارے حکم سے ہدایت کیا کرتے ہیں۔ جب وہ صبر کرتے ہیں اور وہ ہماری آیتوں پر یقین رکھتے ہیں۔ (سورۂ سجدہ: آیت ۲۴)

شب قدر امام کو ہدایت ملتی ہے، اللہ کی۔ سال بھر کے

اعمال تقسیم ہوتے۔ چونکہ اعمال اجمالی ہیں جب تک حکم نہ ہوگا۔ امام حکم صادر نہیں کریں گے۔ خدا کا حکم فرشتے لے کر آتے ہیں اور صاحب امر کو احکام پہنچاتے ہیں۔ فرشتے ان کے خادم ہیں، وہ انہیں ہدایت نہیں دیتے بلکہ ان سے ہدایت لینے آتے ہیں۔

اللہ کا جانشین اللہ کے احکام کی تکمیل میں فرشتوں جیسی مخلوق بھی اللہ کی رضا کی شریک نہیں کرسکتے یہی وہ مقام ہے۔ خدا کا رسول محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم معراج پر جب قاب قوسین کی منزل پر پہنچے جبرئیلؑ کہہ رہے ہیں کہ اے خدا کے رسولؐ! میری خدمت ختم ہوچکی اجازت دیجئے۔ ایک قدم بھی آگے بڑھوں گا تو جل کر خاک ہوجاؤں گا۔ خدا کا رسول تنہا آگے بڑھتا ہے یہ نور کی شان ہے۔

حضور سرکار دوعالمؐ نعرۂ تکبیر کے ساتھ حجابات عبور کر رہے تھے۔ سبوحٌ قدس کے قدم بڑھ رہے تھے۔

ادھر کربلا میں حسینؑ کی معراج کا عالم صبح عاشور تکبیر کی صدا، اللہ اکبر، اللہ کی راہ میں قربانیاں پیش کرتا ہے۔ ایک کے بعد دوسرا جاں نثار شہید ہونے لگا اور دیکھتے ہی دیکھتے سب انصار و اعزاء شہید ہوگئے۔ حسینؑ تنہا ہے معبود تیری رضا کے لئے قربانیاں دے رہا ہوں۔ لوریاں دینے والا ملک، جھولا جھولانے والا ملک، پاسبانی کرنے والا ملک، بے چین ہے۔ پر پھیلائے ہوئے کہتا ہے کہ اے فاطمہؑ کا لال حکم دے تو شامیانہ باندھ۔ ادھر قدرت کی آواز، یا ایھا

نفس المطمئنة ارجعی ٥ اے نفس مطمئنہ ہماری بارگاہ میں آجا۔

حسینؑ کی نگاہ میں اللہ کی رضا تھی، رسولؐ کی امت کی بخشش تھی، بچپن کا وعدہ تھا، نانا کے نقش قدم پر چل کر کربلا کی منزل کو پیش کرنا تھا، حسینؑ منی و انا من حسینؑ کا لقب مکمل کرنا تھا۔ معبود کے آگے سجدے میں جھک گیا۔ اے معبود! نانا نے دین کی ابتدا کی امت کو نماز کا پیغام دیا۔ میں سجدہ کر کے نماز کی تکمیل بتا رہا ہوں۔ بغیر سجدے کے نماز مکمل نہیں۔

رسولؐ کا جانشین کربلا کی سرزمین پر سجدہ کر رہا ہے۔ کتنے سجدے، صبر کے سجدے، شکر کے سجدے، رحم کے سجدے، پیاس کے سجدے، آنکھ سے آنسو جاری ہیں، ۱۸ سال کی کمائی لٹ گئی سجدہ، بھائی عباسؑ کے شانے کٹے سجدہ، فرات کے کنارے شہید ہوگیا سجدہ، بھتیجا قاسم زخموں سے چور چور، بھائی کی نشانی لہو میں ڈوب گئی سجدہ، بہن کی آغوش کے پالے عونؑ و محمدؑ نے جان قربان کے سجدہ، شیرخوار ہاتھوں میں تیر کھا کر رخصت ہوا سجدہ، ننھی تربت بنائی سجدہ، بار بار سجدے کی تعلیم دے رہا تھا۔ یہاں تک کہ زیر خنجر آخری سجدہ، سر کٹ گیا۔

شہید اعظم کا لقب قرآن کی آیت پکاری ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللّٰہ امواتاً ٥ دنیا نے دیکھا سجدے میں سر کٹانے والا رسولؐ کا نواسہ، علیؑ کا لخت جگر، فاطمہؑ کی گود کا پالا، حسنؑ کا برادر۔ حسینؑ کے سجدے سے کائنات لرز گئی۔ حسینؑ نے سجدہ کیا۔

آن کہ بخشد بے یقیں نا را یقیں
آن کہ لرزد از سجود او زمیں

وہ حسینؑ جو بے یقینوں کو یقین عطا کرتا ہے، وہ حسینؑ جس کے سجدے سے زمین کانپ گئی۔

مرقد سے رسول اکرمؐ تشریف لائے، چہرے پر خون ملے ہوئے بال پریشان، حسینؑ نے سجدہ کیا، فاطمہؑ مزار سے تشریف لائیں بیٹے کا ماتم کرنے۔ بیٹا آجا میری گود میں آجا، اسی دن کے لئے پالا تھا۔ حسینؑ کا سجدہ۔ علیؑ بابا تشریف لائے۔ بیٹا نورنظر، امامت کی شان رکھ لی۔ حسنؑ تشریف لائے صلح کے راز کو سمجھا دیا۔ انبیاءؑ تشریف لائے۔ اے وارث آدمؑ! تیرے قربان۔ اے وارث نوحؑ! تیرے نثار۔ اے وارث خلیلؑ! اسلام کی لاج رکھ لی۔ اے حسینؑ تو نے ظلم کے مقابلے میں مظلومیت کو بلند کر دیا۔

جتنا مظلومیت خون میں ڈوبتی جارہی تھی اتنا حقانیت ابھرتی جارہی تھی۔ خالق اپنی وحدت میں اکیلا۔ حسینؑ رسول کا نواسہ جانشین امام بندگی میں اکیلا۔ حسینؑ شہید ہوگیا۔ عاشور کا دن گزرا۔ شام غریباں آئی۔ زینبؑ ہے شام غریباں ہے۔ بیمار سجادؑ امام ہیں شام غریباں ہے۔ سکینہؑ ہے شام غریباں ہے۔ چادریں چھینی گئیں۔ سجادؑ کا بستر چھینا گیا۔ خیموں میں آگ لگائی گئی۔ شہزادیوں کی ردائیں چھینی گئیں۔ حسینؑ کا غم ہے شام غریباں ہے۔

تاریخ عاشورہ سے بدلی۔ اب قافلہ لٹا ہوا یہ قافلہ، اب

قافلہ زینبؑ کا قافلہ، اب قافلہ سجّادؑ کا قافلہ، قیدیوں کا قافلہ، شہدوں کا قافلہ، اہل حرم قید ہیں۔ کربلا سے نکلا اس شان سے کہ سر پر ردا نہیں۔ بازوں بندھے ہوئے۔ شہادت کا پیغام۔ کوفہ و شام کا بازار۔ وارث تطہیر۔ فاطمہؑ کی جائی۔ خطبہ علیؑ کے لہجے میں۔ دربار یزید رسولؐ کا جانشین زین العابدینؑ خطیب منبر۔ طوق و زنجیر میں اسیر ہے۔

قافلہ لٹا ہوا، سوگواروں کا قافلہ، سارے جہان کا غم، اونٹ کی ننگی پیٹھ پر سوار، کوئی بتائے، کوئی بتائے گا کہ علم سرنگوں ہے۔ سیاہ علم کا نشان نظر آیا۔ کوئی قافلہ آرہا ہے۔

آج ہمارے عزا خانوں میں علم ایستادہ ہے جہاں حسینؑ کا علم ہے، عباسؑ کا علم بھی۔ عزادارو! یہ علم وفا کا سبق دے رہا ہے۔ علمدار نہیں ہے علم باقی ہے، شانے کٹ گئے ہیں علم باقی ہے، پاسبان نہیں علم باقی ہے، سجدے میں سر کٹ گیا علم باقی ہے، محرم کا چاند نمودار ہوا اور حسینؑ کا غم شروع۔ مجالس برپا ہونے لگیں۔ پیاسوں کی یاد آگئی۔ کوئی عباسؑ کو یاد کررہا ہے، کوئی سکینہؑ کو روتا ہے۔ کوئی علی اکبرؑ کو یاد کررہا ہے۔ کوئی قاسمؑ کو یاد کررہا ہے۔

ہر ذاکر، ہر عالم بارگاہ حسینی میں نذرانۂ عقیدت پیش کرتا ہے۔ منبر رسولؐ سے ذکر الٰہی، منبر رسولؐ سے ذکر محمدؐ و آل محمدؐ، محفل رسول کی شان ذکر الٰہی حسینؑ کی مجلس کی شان ذکر شہادت ذکر حق۔ منبر رسول پر یہ اعلان کیا وہ رسول جو بغیر وحی کے نہیں کہتا، بغیر حکم

کے نہیں عمل کرتا، جو حکم دیتا ہے نقش ہو جاتا ہے۔

منبر کا احترام کرنا ہوگا۔ منبر سے جو اعلان ہوگا وہ خدا اور رسول کا اعلان ہوگا۔ جو اعلان ہوگا ائمہ کی معرفت کا ہوگا۔ جو اعلان ہوگا صاحب تطہیر صاحب مباہلہ کا ہوگا۔ وارث شفاعت کا جس کو خالق دنیا میں جبرئیلؑ کو بتا رہا ہے کہ زیر کساء دیکھ لو۔ معدن رسالت ہیں۔ اہلبیت نبوت ہیں۔ قل لا اسئلکم علیه اجراً الا المودة فی القربیٰ۝ اگر محمدؐ و آل محمدؐ سے محبت ہے تو اجر رسالت ادا کرنا ہوگا۔ اگر اقرباء سے محبت ہے تو حسینؑ کا غم ہے۔ اللہ سے محبت ہے تو حسینؑ کی مجلس ہے۔ محبت ہے تو ماتم ہے۔ محبت ہے تو سوگوار ہے۔

یاد رکھئے! کبھی کبھی رہنما کی تعلیمات کا اندازہ اس کے ماننے والوں سے ہوتا ہے۔ اس لئے زیر اثر پرورش پانے والوں سے ہوتا ہے۔ دنیا یہ کہنے پر مجبور ہو جاتی ہے کہ جس رہنما کا مقام اتنا بلند ہو رہبر کتنا بلند ہوگا۔ جس خاندان کے کردار اتنے بلند ہوں تو ماحول کیسا ہوگا۔ جس مذہب میں حسینؑ شہید اعظم ہو اور خود اعلان کوئی مومن ایسا نہیں جو میری مصیبت کو یاد کرے اور نہ روئے۔

حضرت امام جعفر صادقؑ کا فرمان ہے کہ مظلومیت سے متاثر ہو کر مغموم ہونا تسبیح پروردگار ہے۔ غم کا احساس کرنا عبادت خدا ہے۔

اللہ سے محبت ہے رسولؐ کی پیروی کرنی ہوگی۔ سنت رسولؐ پر عمل کرنا ہوگا۔ رسولؐ نے جس پر آنسو بہائے ہم بھی روتے ہیں رسولؐ بھی روتے ہیں۔ آدمؑ سے لے کر خاتمؑ تک ایسے فرزند کا پتا

نہیں جس کی ولادت پر شہادت کی خبر دی گئی ہو۔

جب تک رسول کی خدمت میں حضرت حمزہؑ کی لاش پر رونے والا نہیں۔ رسول سن رہے ہیں۔ گھروں سے ماتم کی آواز آ رہی ہے۔ لوگ اپنے اپنے عزیزوں پر وارثوں پر رو رہے ہیں۔ انصار تڑپ رہے ہیں۔ اپنی عورتوں کو حکم دیا کہ جاؤ دولت کدۂ حمزہؑ پر ماتم کرو۔

تاریخ آدمؑ سے لے کر خاتمؑ تک کوئی فرزند کا پتا نہیں دیتی جس کی ولادت کے ساتھ شہادت کا ذکر ہو۔ جس کی ولادت کی خوشی میں کربلا کی خاک تحفے میں پیش کی گئی ہو۔ جبرئیلؑ عاشورہ کا پیام کربلا کی خاک خدا کا رسولؐ آنسو بہا رہا ہے۔ کبھی خاک کو آنکھوں سے لگایا، کبھی چوم لیا، ام سلمہؓ حفاظت سے رکھ ہیں۔

تاریخ یوم عاشورہ نہیں پیش کرتی جو حسینؑ نے سر دے کر اسلام کو بلند کر دیا۔

جب تک اسلام ہے۔ محمدؐ کا نام دین کا پرچم ہے۔ اللہ کی کتاب ہے۔ رسول کی سنت ہے۔ لائق اتباع۔ قبر حسینؑ پر ملائکہ کا نزول گویا عزاخانہ ملک۔ قبر حسینؑ۔ قیامت تک غم جاری رہے جب تک بی بی سیدہؑ حشر میں اپنا حق نہ لے گی۔ کربلا اسلام کی لاج رکھنے والوں کی آرامگاہ۔ دنیا کی کون سی زمین ہے جس میں ایسا شہید اعظم دفن ہے۔ یہی وہ مقام ہے۔ ہم خاک پر سجدہ کر کے شہید کے مقام کی معرفت حاصل

کرتے ہیں۔ خاک کربلا ہماری نماز کے مرتبہ کو بلند کرتی ہے۔

یہ ہے نماز۔ یہ ہے محبت حسینؑ۔ ہمارا امام، امام غم، ہم اللہ کے بندے وہ ہمارا رب، محمدؐ خدا کے رسول ہمارا عقیدہ ہے۔ رسولؐ کی سیرت رسول کی سنت محمدؐ اور آل محمدؐ کی سیرتیں ہمارا عمل۔

آج چہلم ہے۔ آج زینبؑ مجلس برپا کر رہی ہیں، حسینؑ کا غم شروع، حسینؑ کا ماتم شروع، شام سے کربلا، کربلا سے مدینہ مرقد نبیؐ پر ماتم، مزار زہراؑ پر ماتم، ام سلمہؓ کے گھر ماتم، ام البنینؓ کے گھر ماتم، سارا مدینہ ماتم کدہ بنا ہوا تھا۔

آج تازیانے کھانے والی، بازوؤں میں رسیاں بندھوانے والی، صابر ماں کی صابر بیٹی زینبؑ، قید سے رہائی کے بعد کربلا پہنچی۔ اب نگاہ میں بھائی کی قبر بھی بھائی سے شکایت بھی ہے بھائی اٹھو! زینبؑ آئی ہے۔ کہاں کہاں جا کر آئی ہے۔

—☆☆☆—

شہنشاہ کربلا تیرے در پر کوئی بھی آ کر

شہنشاہ کربلا تیرے در پر کوئی بھی آ کر
خالی نہیں لوٹا زائر کوئی بھی جا کر

مٹی میں کربلا کی لہو تیرا ملا ہے
قدسی جبین اٹھائے جھکا کوئی بھی جا کر

آنکھوں میں پھر رہی ہے روضہ کی تیری جالی
ہو جائے میری سانسیں قربان کوئی بھی جا کر

ہے آرزو میری بھی بن جائے شاہ موتی
رومال فاطمہ میں آنسو کوئی بھی جا کر

زیبا ہے سجدۂ حق سجدہ ہی ہم کریں گے
پائے مقام جنت سجدہ کوئی بھی جا کر

دسویں مجلس

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ○ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○
اَلْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ. بَارِئُ الْخَلَا ئِقِ اَجْمَعِیْنَ.
وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی اَشْرَفِ الْاَ نْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ
خَاتَمَ النَّبِیِّیْنَ رَحْمَۃِ لِّلْعَالَمِیْنَ اَبِی الْقَاسِمِ مُحَمَّدٍ.
وَعَلٰی وَزِیْرِہٖ وَوَصِیِّہٖ اَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِمَامَ الْمُتَّقِیْنَ
یَعْسُوْبَ الدِّیْنَ اِمَامَ الْمَشَارِقِ الْمَغَارِبِ عَلِیِّ بْنَ اَبِیْ طَالِبٍ.
وَعَلٰی اَھْلِبَیْتِہِ الطَّیِّبِیْنَ الطَّاھِرِیْنَ الْمَعْصُوْمِیْنَ وَصَحْبِہِ الْمُنْتَجِبِیْنَ.

کچھ علمدارانِ حق سر دے کے ایمان لے گئے
کچھ اسیران ہوس نیزوں پہ قرآن لے گئے
ہائے کیا گل چین ملے تھے گلشن اسلام کو
گل چنے ایسے گلستان کا گلستان لے گئے

فغان وابستہ سرور

الٓمٓ○ ذٰلک الکتاب لا ریب فیه هدًی للمتقین الذین یؤمنون بالغیب ویقیمون الصلٰوة و مما رزقنٰهم ینفقون○ یہ وہ کتاب ہے جس میں شک کی گنجائش نہیں۔ ہدایت ہے متقین کے لئے جو غیب پر ایمان رکھتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں۔ جو رزق ہم

نے عطا کیا ہے اس میں سے راہ خدا میں خرچ کرتے ہیں۔

اس آیت میں خالق کتاب کا ذکر، ہدایت کا ذکر، متقین کا ذکر، غیب پر ایمان کا ذکر، نماز اور خیرات کا ذکر کر رہا ہے۔

بے شک قرآن پر ہمارا ایمان ہے۔ متقین کا کردار ہمارے لئے راہ عمل ہے۔ نماز مومن کی معراج اور دین کا ستون ہے۔ نماز کا بارگاہ خداوندی میں قبول ہو جانا ہماری بخشش اور نجات کی ضمانت ہے۔ نماز ہی ایسا عمل ہے جو غیب پر ایمان لاکر یہ اقرار کرا رہی ہے کہ متقین کے کردار کو سمجھیں کیونکہ ہمیں خالق کے سامنے پیش ہونا ہے۔

پہلے ایمان بالغیب کا اقرار، پھر اللہ کے رسولؐ کا اقرار کے بعد صدق دل کے ساتھ نماز کی راہ میں قدم بڑھانا چاہئے۔ نماز کے سلسلے میں سب سے پہلا عمل طہارت ہے۔ طہارت ظاہری بھی ہوتی ہے اور باطنی بھی۔ ظاہری طہارت تو وضو ہے اور باطنی طہارت سے مراد توحید خالص ہے یعنی اللہ کا کوئی شریک نہیں۔

وضو کیا تاکہ طہارت حاصل ہو، سر کا مسح کیا تاکہ اللہ کی رحمت ہو، پیروں کا مسح کیا تاکہ طہارت اور رحمت کے جو بھی قدم اب اٹھیں گے وہ اللہ کی بارگاہ میں نیکی کا باعث ہوں۔ یہ متقین کی شان اللہ نے بتلادی۔

قرآن میں ارشاد باری ہے: **ومن یطع اللّٰہ والرسول فاؤلئک مع الذین انعم اللّٰہ علیھم من النبیین والصدیقین**

والشهداء والصالحین وحسُن اولئک رفیقًاo اور جولوگ خدا اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کرتے ہیں وہ (قیامت کے روز) ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جنہیں خدا نے اپنی نعمتیں دی ہیں یعنی انبیاءؑ، صدیقین، شہداء، صالحین اور یہ کیا ہی اچھے رفیق ہیں۔(سورۂ نساء: آیت۶۹)

ارشاد باری ہے کہ وہ قرآن جو لوح محفوظ میں ہے کتاب مکنون میں ہے، جس میں جنوں کا ذکر ہے، قرآن جس میں انسانوں کا ذکر، جس میں احکام الٰہی روشن ہیں، جس میں کردار متقین کا جلوہ ہے، جس میں جنت و دوزخ کے تبصرے ہیں، جس میں قیامت کا ذکر ہے، رجعت کا ذکر ہے۔ قرآن جتنا آسان ہے اتنا ہی دشوار بھی ہے کیونکہ یہ قرآن انسانوں کا درس نہیں بلکہ قرآن خالق عالم کا درس ہے جو جبرئیلؑ کے ذریعے سرکار محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل کیا گیا۔ حق نور، پیغمبر نور، قرآن نور کا ساتھ نور سے۔ یہ وہ آستانۂ حق ہے جہاں سے حق کے راستے ملے۔ قرآن کے پیغام ملے، پیغام کے ساتھ کردار ملے، حق کو حق ہی روشنی عطا کرے گا۔

یا ایها الناس قد جآء کم برهان من ربکم و انزلنا الیکم نورًا مبینًاo اے لوگو! تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے روشن دلیل آچکی ہے اور ہم نے (کفر و ضلالت کا اندھیرا دور کرنے کو) تمہاری طرف ایک چمکتا ہوا نور نازل کیا یعنی روشن کتاب۔ (سورۂ نساء: آیت۱۷۴)

اس آیت کے معنی سمجھئے۔ الٓمٓ کا مقصد کیا ہے۔ یہی وہ منزل ہے جہاں رسول اکرمؐ کا فرمان سمجھ میں آجاتا ہے۔

ایھا الناس انی تارک فیکم الثقلین کتاب اللّٰہ وعترتی اھلبیتی. اے لوگو! میں تمہارے درمیان دو گرانبہا چیزیں چھوڑے جاتا ہوں۔ ایک اللہ کی کتاب دوسرے میری عترت میرے اہلبیتؑ۔ قرآن اور اہلبیتؑ قیامت تک ساتھ رہیں گے۔ قرآن کی زبان اہلبیتؑ کی زبان ہوگی۔ قرآن کے کردار اہلبیتؑ کے کردار ہوں گے۔ یہی نہیں قرآن اعلان کرتا ہے: **ولا رطب ولا یابس الا فی کتاب مبین**O ہر خشک وتر کا بیان اس کتاب مبین میں ہے۔

قرآن اعلان کرتا ہے: **وکل شیءٍ احصیناہ فی امامٍ مبینٍ**O ہم نے ہر چیز کو کتاب مبین میں لکھ رکھا ہے۔

قل کفی باللّٰہ شھیدًا بینی و بینکم و من عندہ علم الکتابO اے رسولؐ! کہہ دو کہ میرے اور تمہارے درمیان خدا اور وہ شخص جس کے پاس آسمانی کتاب کا علم ہے گواہی دینے کے لئے کافی ہے۔ (سورۂ رعد: آیت ۴۳)

رسول اکرمؐ کا فرمان ہے: **انا مدینۃ العلم وعلیٌّ بابھا.** میں علم کا شہر ہوں اور علیؑ اس کا دروازہ ہیں۔

اب آیئے! ہم میں اتنا علم کہاں جو قرآن کی گہرائیوں کو سمجھ سکیں۔ اتنا فہم کہاں جو قرآن کی انتہا کو پاسکیں۔ البتہ آج جس کا ذکر ہے جس کی مجلس ہے اس کے توسط سے سمجھنے کی کوشش کریں

گے۔ اس میں شک نہیں کہ اللہ کا ذکر مومنین کے دل میں تجلی پیدا کرتا ہے، حق کی کتاب کھلتی ہے، ذہن کے دروازے کھلتے ہیں۔

آیئے اللہ کے نام سے شروع کرتے ہیں۔ الٓمٓ کی طرح کے مقطعات قرآن کی بہت سی سورتوں میں آئے ہیں۔ یہ جو الفاظ آئے ہیں ان کو حروف مقطعات اس لئے کہتے ہیں کہ انہیں قطع کر کے پڑھا جاتا ہے یعنی الگ الگ۔ مثلاً الف۔ لام۔ میم۔ الف۔ لام۔ را۔ کاف۔ ھا۔ یا۔ عین۔ صاد۔ وغیرہ حروف مقطعات ایک عجیب امر ہے۔

حروف مقطعات کے معنی ہمیں نہیں معلوم اور نہ ہی ہم اپنی رائے سے ان حروف کی کوئی تفسیر کرسکتے ہیں اس لئے کہ تفسیر بالرائے جائز نہیں ہے۔ ہاں البتہ کسی نے ان حروف سے ایک عبارت بنائی ہے۔

قرآن میں جتنے حروف مقطعات آئے ہیں اگر ان کے مکرر حروف گرا دیئے جائیں تو صرف چودہ حروف بچتے ہیں اور ان سے صرف ایک ہی بامعنی عبارت بنتی ہے۔ دوسری کوئی بامعنی عبارت نہیں بنتی۔ وہ عبارت ہے: صراط علی حق نمسکه. یعنی ''علیؑ کا راستہ حق ہے'' جس کی ہم پیروی کرتے ہیں۔ ہمارے معصوم بھی چودہ ہیں جو سب کے سب اللہ کی طرف سے ہم انسانوں کی ہدایت کے لئے مامور ہیں۔

امام باقرؑ فرماتے ہیں کہ رسول اکرمؐ کی خدمت میں یہودی

آئے اور پوچھنے لگے کہ کیا قرآن آپ پر نازل ہوا ہے؟ حضور اکرمؐ نے فرمایا: ہاں قرآن مجھ پر نازل ہوا ہے۔ انہوں نے کہا: الٓمٓ بھی آپ پر نازل ہوا ہے؟ سرکار نے فرمایا: ہاں۔ یہ سن کر وہ یہودی کہنے لگے کہ آج تک کسی نبی نے اپنے قیام کی مدت نہیں بتائی مگر آپ بتا رہے ہیں۔ فرمایا کیسے تو وہ بولے کہ الٓمٓ میں ۷۱ کا عدد پوشیدہ ہے اس سے ہم نے یہ سمجھا کہ آپ کی نبوت کی مدت ۷۱ سال ہوگی۔

مولائے کائنات بھی وہیں حاضر تھے مولا نے فرمایا کہ تم نے الٓمٓ کی مدت مقرر کردی تو پھر دوسرے حروف مقطعات کی مدت کا کیا ہوگا۔ اب اعداد گنتے جائیں تو مدت کا حساب نہیں بنے گا۔

سرکار سید الشہداء کی منزلت کے کیا کہنے۔ حسینؑ جو محمد مصطفیؐ کا نواسہ، فاطمہؑ کی آغوش کا پالا، علیؑ کا لاڈلا۔ جس کی تربیت عالم نور میں ہوئی اور جب عالم ظاہر میں آیا تو گہوارۂ عصمت میں، آغوش نبوت میں دست حق میں آپ کی پرورش ہوئی۔ حسینؑ وہ ہے جس کے لئے اس کی مادر گرامی نے پیدائش سے پہلے آنسو بہائے۔ جس کی پیدائش کے بعد رسولؐ نے آنسو بہائے۔ جبرئیلؑ نے ذکر حسینؑ کیا اور ان کی ولادت کے ساتھ ان کی شہادت کی خبر سنائی۔ خوشی کے ساتھ ہی غم کا تذکرہ کیا گیا۔ رونا زندگی کا پیغام لاتا ہے، رونا دنیا اور آخرت میں کارفرما ہے، رونا وہ غیرفانی جذبہ ہے جو خوشی اور غم میں کارفرما ہے۔ خوشی میں بھی آنسو چھلکتے ہیں۔ دنیا کی کوئی طاقت ان آنسوؤں کو نہیں روک سکتی۔ رسول اللہؐ جنہوں نے اپنے پیارے حسینؑ

پر آنسو بہائے انہوں نے **حسین منی و انا من حسین**. اس لئے کہا تھا کہ حسینؑ رسول اللہؐ کے دین کی تبلیغ اور حفاظت کا فریضہ ادا کرنے کے لئے اپنی جان کا نذرانہ بھی پیش کردیں گے۔ خون سے دین کی بقاء کو ہمیشہ کے لئے امر کردیں گے۔ حسینؑ کسی خاص مسلک، کسی خاص مذہب، کسی خاص رنگ، کسی خاص نسل یا کسی خاص علاقے کے لئے قربان نہیں ہوئے بلکہ آپ کی قربانی جہانی ہے۔ آفاقی ہے۔ عالمی ہے۔ جاودانی ہے۔ انسانی ہے۔

انسان کو بیدار تو ہولینے دو
ہر قوم پکارے گی ہمارے ہیں حسینؑ

جوشؔ ملیح آبادی

اِدھر حسینؑ پیدا ہوئے اور عالم ظاہر میں آئے اُدھر خالق نے جبرئیلؑ کے ساتھ وحی بھیجی۔ عرش سے ملائکہ مبارک باد دینے چلے آرہے ہیں۔ راہ میں ملک صلعائیلؑ سزا کا مستحق ہے۔ فرشتوں کے ساتھ آیا۔ رسولؐ نے روداد سنی۔ اپنی بیٹی فاطمہؑ کو بلایا۔ بیٹی میرے فرزند کو لاؤ۔ حسینؑ کو ہاتھوں پر لیا۔ دعا کی **اللّٰھم انی اسئلک منی الحسین تغفر صلعائیل**. اے پروردِگار! واسطہ حسینؑ کا صلعائیل کو معاف کردے۔ دعا قبول ہوئی بارگاہ ایزی میں اور صلعائیل فرشتوں میں شاملِ پرواز ہوگیا۔

پھر فطرس آیا جس کے سزا کے سبب بال و پر جل گئے تھے۔ یہ فرشتہ خدمت رسول میں عرض گزار ہوا کہ حسینؑ کے صدقے میں

مجھے بھی معافی ملے۔ اس نے اپنے آپ کو فرزند رسول کے جسم اطہر سے مس کیا تو اس کے بال و پر آ گئے اور وہ جانب عرش پرواز کر گیا۔

رسول اکرمؐ دعا کر رہے ہیں۔ بیشک رسول کی زبان سے الفاظ نکل رہے ہیں۔ یاد رکھئے رسول بغیر وحی کے کلام نہیں کرتا اور جو کہتا ہے وہ اللہ کے حکم سے کہتا ہے۔

اللہ کا حکم نہ ہوتا تو رسول حسینؑ کا واسطہ نہ دیتے۔ حسینؑ کی فضیلت رسول اکرمؐ کی زبان سے ظاہر ہو رہی ہے۔ حسینؑ کے توسط سے جو دعا مانگی گئی وہ قبول ہوئی اور حسینؑ سے مس ہو کر فرشتوں کو پَر پرواز عطا ہوئے۔ عبادت اور توسط کے مقام آئے۔ امام کی منزل آئی۔ جہاں خانۂ کعبہ کا پردہ پکڑے ہوئے دعا کر رہے ہیں واسطہ کعبہ محترم کا۔ واسطہ حرم کا۔

اصمعی کہتا ہے کہ میں طواف کعبہ کر رہا تھا کہ میں نے دیکھا کہ ایک نوجوان خانۂ کعبہ کے پردے سے لپٹے ہوئے دعا کر رہا ہے۔ اے حییٌّ قیوم! کہ جو کبھی سوتا نہیں، بارالہا! دنیا کے بادشاہوں کے دروازے بند ہو گئے ہیں اور پہریدار بٹھا دیئے گئے ہیں مگر تیرا دروازہ ہمیشہ کھلا رہتا ہے۔ پس میں تیرے در پر حاضر ہوں۔ مجھ پر نظر عنایت فرما۔ اے مضطر کی فریاد سننے والے، اے تکلیفوں کے دور کرنے والے، تجھے اس خانۂ معظم کا واسطہ مجھ پر رحم فرما، اگر تیرا عفو گنہگاروں کے لئے نہ ہو تو انہیں کون معاف کر سکتا ہے۔

اصمعی کہتا ہے کہ میں نے نزدیک جا کر دیکھا تو فرزند

حسینؑ امام زین العابدینؑ کعبۃ اللہ کے پردے سے لپٹ کر یہ دعا کررہے تھے۔

عزادارو! خوشی اللہ سے منسوب ہو تو وہ عزت کے قابل ہوتی ہے۔ خوشی امام سے منسوب ہو تو وہ عفو کے قابل ہوتی ہے۔ جو کوئی حسینؑ غریب پر آنسو بہاتا ہے وہ دراصل اللہ کی خوشنودی حاصل کرنا چاہتا ہے۔ عزادار جب روتا ہے تو وہ جناب زہراؑ کو خوش کرتا ہے۔ وہ حسینؑ کو خوش کرتا ہے۔ حسینؑ خوش تو مولا علیؑ خوش۔ مولا علیؑ خوش تو رسول اکرمؐ خوش، رسول اکرمؐ خوش تو اللہ خوش۔ چونکہ خالق حکم دے رہا ہے کہ اے رسولؐ! کہہ دیجئے کہ **لا اسئلکم اجرًا الی المودة فی القربی**. میں اجر رسالت کچھ نہیں چاہتا بجز اس کے کہ میرے ذوی القربیٰ سے محبت کرو۔

جو کوئی رسول سے اپنی ریاضتوں کے پھل کے بارے میں پوچھے گا تو رسول جواب دیں گے کہ کوئی عمل اس وقت عبادت بنتا ہے جبکہ اس میں شرائط عبادت پائے جائیں۔ جیسے غصبی پانی سے وضو کر کے یا غصبی لباس پہن کر نماز قبول نہیں ہوتی۔ اللہ کے حکم سے اللہ کی وحدانیت کا اقرار کیا۔ سجدہ نہ بغیر اقرار کے سجدہ ہوا بارگاہ خداوندی سے نکالے جانے کے قابل۔

خالق جبرئیلؑ کو فرما رہا ہے حدیث کساء۔ ساری کائنات محبت خمسہ میں پیدا کی گئی۔ کائنات پر قبضہ ان کا۔ جب تک اجر ادا نہ ہو عمل قابل قبول نہیں۔ اجر ادا ہوا عنایتیں ہوتی رہیں۔

امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں سوال کیا گیا تم نے حسینؑ کی زیارت کس لئے کی تھی۔ جواب ملے گا محمدؐ کی خوشنودی کے لئے۔ علیؑ کو خوش کرنے کے لئے، حسنؑ کو خوش کرنے کے لئے، آواز قدرت آئے گی جس کے خاطر تم نے زیارت کی محمدؐ وہاں ہے، علیؑ وہاں ہے، فاطمہؑ وہاں ہے، حسنؑ وہاں ہے، ان کے پاس جاؤ لوائے حمد علیؑ کے ہاتھ میں ہوگا جس کے چاہنے والے علیؑ کے علم کے نیچے ہوں گے۔ اب قرآن کے معنی سمجھئے۔ اللہ اور رسولؐ کی اطاعت کرو۔ ان لوگوں کے ساتھ کردیا جائے گا۔ اللہ نے جن کو نعمتیں عطا کی ہیں اور وہ انبیاؑء ہیں صدیقین ہیں شہدا ہیں صالحین ہیں۔

رسول کا فرمان ہے کہ انبیاؑء سے مراد ہم محمد مصطفیؐ ہیں۔ صدیقین سے مراد علیؑ و فاطمہؑ ہیں، شہدا سے مراد حسنؑ وحسینؑ ہیں اور صالحین سے مراد نسل حسینؑ میں ہونے والے ۹ امام ہیں۔

اب دیکھ لیجئے متقین کی منزلیں۔ کن ہستیوں کے ساتھ۔ منبر پر رسول اکرمؐ۔ کوثر پر علیؑ کا پہرہ۔ جنت کے دروازے پر حسنؑ و حسینؑ سردار جنت۔ فاطمہؑ جہاں نظر اٹھاؤ پہرے ہیں۔ انبیاؑء کے صدیقین کے شہدا کے صالحین کے۔

عزادارو! ہم اسی شہید کا ماتم کرتے ہیں۔ اس شہید پر روتے ہیں جس کو خالق نواز رہا تھا۔ اس شہید پر روتے ہیں جس کے لئے رسول نے حکم دیا۔ کربلا کی قسمت چمکی قیامت تک نشان رہ گیا۔

وہ شہید جو مدینہ سے اپنے ساتھیوں کو لے کر نکلا۔ کربلا میں

وارد ہوا۔ لمبی لمبی عبائیں ماتھے پر سجدہ کا نشان چہرہ پرنور۔ آسمان حیرت میں کس کا انجم ہے۔ قافلہ روکا گیا سردار قافلہ نے جھک کرمٹی اٹھائی۔ خوشبو سونگھی آواز دی بھائی عباسؑ منزل آ گئی۔ سفر ختم ہوا۔ خیمے نصب کرو۔ قمر بنی ہاشم عباسؑ باوفا سر جھکائے حکم کی تعمیل کرتے ہیں۔ خیمے نصب ہوئے۔ مخدرات عصمت کو باادب خیموں میں بھجوایا گیا۔ درخیمہ پر سردار قافلہ رونق افروز ہیں۔ اٹھارہ سال کا شبیہ پیغمبر بازو میں کھڑا ہے۔ عباس عقب میں کھڑے ہیں۔ سردار قافلہ امام حسینؑ نے قبیلۂ بنی اسد کے لوگوں کو بلوایا۔ زمین نینوا کی قسمت جاگ اٹھی۔ اب اطمینان ہے۔

شب عاشور آئی۔ بچوں کے بلکنے کی آواز۔ ساری شب عبادت میں گزاری۔ صبح ہوئی آخری خواہش۔ آخری نماز فجر امام کے صف میں نماز ادا کریں۔ وارث کربلا کی نگاہوں میں نانا کی تصویر پھر گئی۔ علی اکبرؑ شبیہ مصطفیٰ کو بلایا۔ سر سے پا تک نگاہ ڈالی۔ گویا نانا کی زیارت کرلی۔ سینے سے لگایا پھر فرمایا: بیٹا اکبرؑ! آج تم اذان دو گے۔

امام کس کس طرح سے فجر کو سنوار رہے تھے۔ علی اکبرؑ نے اذان کی آواز بلند کی لاالہ الا اللہ اصحاب حسینؑ کے دل اچھلے۔ طاقتیں بڑھیں۔ وجد کے عالم ہر ایک بے قرار ہوا۔ اے خدا کے رسولؐ! ہم حسینؑ پر جان دیدیں گے۔

مگر اللہ رے فرق زمانے رسول میں اذان کی آواز۔ سلمان

لبیک کہتے ہوئے حاضر ہوئے۔ عاشور آج شبیہ پیغمبر اذانِ دے رہا ہے۔ اذان سن کر ظالم رسولؐ کے فرزند کو ذبح کر دیں گے۔

وہ زمانہ بھی یاد آ رہا ہے جبکہ گنبد خضرا کی یاد آئی۔ درفاطمہؑ پر تشریف لائے۔ بلال وصال رسول کے بعد مدینہ چھوڑ کر چلے گئے تھے۔ رسول کی بیٹی باپ کی سوگوار نے آواز سنی باپ کی تصویر آنکھوں میں پھرگئی۔ فضہ سے کہا فضہ جاؤ بلال سے کہو۔ فاطمہؑ کی خواہش ہے ایک بار اذان دو۔ فضہ نے پیغام سنایا۔ بلال شہزادی کی آرزو ہے۔ اذان سننے کی تمنا کا اظہار سن کر بلال گلدستہ اذان پر آئے۔ اپنے انداز میں اذان کے لئے آواز بلند کی۔ ابھی بلال نے اشھد ان لا الہ الااللّٰہ نہ کہا تھا کہ مدینہ والے شور مچانے لگے۔ بلال خاموش ہو جاؤ۔ رسول کی بیٹی فاطمہؑ بے ہوش ہوگئی ہے۔

یہ خاندان نبوت کا اثر تھا کہ کربلا میں جب شبیہ پیغمبر نے اذان دی تو صابر ماں کی بیٹی زینبؑ نے صبر کے ساتھ علی اکبرؑ کی اذان سنی۔ شبیہ پیغمبر نے اذان دی صبر ماں کے فرزند حسینؑ نے آواز سنی۔ علیؑ کی شجاعت کے ساتھ۔ ظہر کا وقت آیا۔ تیر آتے رہے نماز ہوتی رہی۔ زخم لگتے رہے نماز ہوتی رہی۔ عصر کا وقت آیا۔ وہ نماز جو کربلا کی گرم ریت پر سوکھی زبان پر ذکراللہ۔ جسم زخموں سے چھلنی۔ اعزا و انصار کی لاشیں۔ شمر کا خنجر ہے اور حسینؑ کا آخری سجدہ ہے۔ خالق کی آواز آئی اے نفس مطمئنہ ہماری طرف آجاؤ۔ یومنون بالغیب کے تاجدار نے وقت عصر آخری سجدہ کر کے قیامت تک

رضائے الٰہی کو پالیا۔ کربلا پر قبضہ۔

نقش الا اللہ بر صحرا نوشت

سطر عنوان نجات ما نوشت

اقبالؔ

کربلا کی سرزمین پر حسینؑ کا آخری سجدہ امت کی بخشش کا سامان بن گیا۔ بیشک حسینؑ نے اسلام کی لاج رکھ لی۔ اللہ کے دین کو بچالیا۔ رسولؐ کے پرچم کو سنبھال لیا۔

آج تیرہ سو برس بعد بھی محرم کا چاند نمودار ہوا۔ عاشور خانہ میں علم ایستادہ ہیں۔ شمعیں روشن ہیں گویا عاشور سبق دے رہا ہے کہ علم ہمارا ہے، پرچم ہمارا ہے۔ پنجے کا نشان جو فتح کا نشان ہے دعوت دے رہا ہے کہ اے علم اٹھانے والو! جو صفات پنجتن کے ہیں ان صفات کے ساتھ علم اٹھاؤ۔ علم اٹھاؤ اس عقیدے کے ساتھ اللہ کی خوشنودی کے لئے اللہ کے دین کی سربلندی کے لئے جس نے قربانی دی۔ اس کے قدم پیچھے نہ ہٹے۔ علم اٹھاؤ تو اس شان کے ساتھ کہ اللہ اور رسولؐ دوست رکھیں گے اور ہم بھی اللہ اور رسولؐ کو دوست رکھیں گے۔ اجر رسالت۔ محبت اہلبیتؑ میں۔ کربلا والوں کا درس۔ ہر دردمند انسان کے لئے مکمل درس ہے۔

علم اٹھانے والے عباسؑ باوفا کو دیکھو کہ حسین کے سب لشکری نظروں کے سامنے شہید ہوتے رہے مگر وہ حکم امام کے آگے سرتسلیم خم کئے رہے۔ عباسؑ نے آخری وقت تک علم کو اس طرح بلند

رکھا کہ آج تک حسینؑ کے علم کے ساتھ عباسؑ کا علم آگے دعوت دے رہا ہے۔ بے شک عباسؑ نے وفا کو روشن کیا مگر مادر عباسؑ ام البنین نے جو حق ادا کیا وہ سبق لینے کے قابل ہے۔

شہادت عباسؑ کے بعد مدینے میں جنت بقیع میں جاکر حسینؑ کا مرثیہ پڑھتی تھیں اور روتی تھیں۔ پھر کہتی تھیں اے جعفر، اے عثمان، اے عباس، اے حسینؑ۔ پھر عباسؑ کو مخاطب کر کے کہتی تھیں کہ اے عباسؑ میں تجھ پر نہیں روؤں گی۔ عباسؑ تیری ماں حیات ہے۔ میں اس بچہ پر روؤں گی جس کی ماں کو فکر تھی کہ میرے بچے پر کون روئے گا۔ میں اس حسینؑ پر روؤں گی جس کی ماں شہزادی جنت ہے۔

عزادارو! حق وفا تو یہی ہے کہ شہزادی کے لال پر جتنا روئیں کم ہے۔ شہزادی مجلس میں اپنے بچے کے سوگواروں کے آنسو اپنے روماں میں لے لیتی ہیں۔ حسینؑ اپنے سوگواروں کو عرش سے نگاہ کرتے ہیں۔ یہ وہ حسینؑ ہے جس کی شہادت پر امام زمانہ نے سلام بھیجا۔ سلام ہو اس پر جس کا سر بدن سے جدا کیا گیا۔ نوک نیزہ پر نصب کیا گیا۔ دیار بہ دیار پھرایا گیا۔ جس کے اہل حرم کو قید کر کے دربدر پھرایا گیا۔

سلام ہو اس ریش مبارک پر جو خون سے خضاب ہوئی۔ سلام ہو اس مظلوم پر جس کے رخسار زمین کربلا کی خاک سے بھر گئے تھے۔ جسم اطہر بے غسل وکفن کربلا کی ریت پر پڑا ہوا تھا۔ بیشک امام زمانہ نے سلام بھیجا۔ امام کی تاسی میں اے وارث آدمؑ تم پر سلام ہو،

اے وارث نوحؑ تم پر سلام ہو، اے وارث ابراہیمؑ تم پر سلام ہو، اے وارث موسیٰؑ تم پر سلام ہو، اے وارث عیسیٰؑ تم پر سلام ہو، اے وارث محمد مصطفیٰؐ تم پر سلام ہو، اے وارث علی مرتضیٰؑ تم پر سلام ہو، اے وارث حسنؑ تم پر سلام ہو، اے فرزند فاطمہؑ تم پر سلام ہو، اے فرزند خدیجۃ الکبریٰؑ تم پر سلام ہو۔

بے شک آپ نے نماز ادا کی، زکوٰۃ کو ادا کی، ہم گناہگار پرسہ دینے آئے ہیں۔ ہماری عزاداری کو قبل کیجئے۔ ہماری عزاداری کو اثر بخشئے، نام حسینؑ زبان پر ہو آنکھ سے آنسو رواں ہوں۔ صلوٰۃ

عاشور گزر گئی ہے۔ صحرائے کربلا میں خیمے جلے ہوئے ہیں۔ قناتیں بکھری ہوئی ہیں۔ آل محمدؐ بے مقنع و چادر ہیں۔ کوئی اپنے آغوش کے پالے کو رو رہا ہے کسی کا چہرے اترا ہوا ہے۔ اس قافلے کے سپہ سالار علیؑ کی بیٹی زینبؑ اور بیمار امام حضرت سجّادؑ ہیں۔ عاشور تک باپ کا امتحان تھا۔ اب بیٹے کا امتحان شروع ہوگیا۔ عاشور تک باپ نے بیٹوں اور بھتیجوں کی لاشیں اٹھائیں لیکن اب بیمار امام بہنوں، پھوپھیوں اور ماؤں کے ساتھ جو بے مقنع و چادر اور رسن بستہ ہیں بازاروں اور درباروں میں جائے گا۔

الغرض جب خیمے جل چکے۔ دشمن اسباب لوٹ چکے۔ اشقیاء ظلم وستم کر کے تھک چکے تو بے وارث عورتوں اور بچوں کو سکون ملا۔

جب زینبؑ کو بھائی کی یاد نے بے چین کردیا تو زینبؑ چلی جانب مقتل۔ بھائی حسینؑ فرزند رسولؐ زخموں سے چور نشیب میں

روبقبلہ پڑا ہوا ہے۔ ہزاروں تیر لاش مطہر میں پیوست ہیں۔ بھائی کی شیدا بہن یہ حال دیکھ کر قریب تھا کہ غش کر جائے دل کو سنبھال کر آواز دی اے نانا محمد مصطفیٰؐ! آپ کی بیٹیاں اسیر ہوئیں۔ آپ کی ذریت قتل ہوئی۔ آپ کا فرزند حسینؑ ذبح کیا گیا۔

زینبؑ صبر کے ساتھ دونوں ہاتھ اٹھائے دعا کر رہی ہے:

اللّٰهم تقبل منا هذا القربان. بارالٰہا! ہماری اس قربانی کو قبول فرما۔

زینبؑ نے وہ عمل کر دکھایا جس طرح حسینؑ نے دکھایا دین کی راہ میں اپنا کنبہ نچھاور کر دیا۔ اللہ کی بارگاہ میں شکر کا سجدہ کیا۔ زینبؑ بھائی کی شہادت کی داد دے رہی تھی۔ اے بارالٰہا! ابراہیم خلیلؑ کی قربانی کے عوض دنبہ آیا مگر تو نے ہم اہلبیتؑ کی بڑی عزت کی ہماری قربانی کو قبول فرما کر درجہ شہادت عطا کیا۔ ہمارا ناچیز ہدیہ ہے اس کو قبول فرما۔

—☆☆☆—

بے کفن لاش تھی مقتل میں شبیر تیری

بے کفن لاش تھی مقتل میں شبیر تیری
کاش چادر ہی اڑھا سکتی ہمشیر تیری
یاد آتا ہے شہہ مصطفیٰؐ وقت سحر
آج بھی کرتی ہے اذاں وہ تشہیر تیری
گرم ریتی پہ تڑپتے تھے شہیدان وفا
استغاثہ کی صدا سن کے وہ شبیر تیری
تشنہ لب ذبح کیا تجھکو ستمگاروں نے
آگئی رن میں تڑپ کر ماں دلگیر تیری
نیزے پہ سر تھا بلند قرآن کی تلاوت کی ہے
حشر تک ہوگئی امامت کی تفسیر تیری
ڈوب کر خون میں رہ گئی شبیر تیرے
حشر تک پرچم اسلام پہ تحریر تیری
ہر عزاخانے ہیں دیکھو علم ہے علمدار کا قرین
اب بھی عباس ہے خدمت میں شبیر تیری
زیبا احسان یہ شبر کا کیا کم ہے تجھے
حق کی راہوں پر سجدے ہیں تقدیر تیری

منظوم کلام

تو رقیب ہے تو مجیب ہے تو تیرا کرم یہ سوال ہے

میں ثنا تیری کیونکر کروں تیری شان ذوالجلال ہے
تو جمیل ہے تو جلیل ہے تو جلال ہے تو جمال ہے

تو کہاں کہاں ہے کہاں نہیں تو مکیں نہیں تو مکاں نہیں
تیرا جسم ہی ہے نہیں کوئی تیری دید امر محال ہے

تو ہی کل شیء قدیر ہے تو ہی کل شیء نذیر ہے
تیری ذرہ ذرہ میں گفتگو تیرا نام اللہ وصال ہے

تیری شان جلوۂ سرمدی تو حفیظ نور محمدیؐ
تو کفیل ہے تو کریم ہے تو کلام ہے تو کمال ہے

میری خاک پر ہے تیرا کرم تیرے فضل سے ہی ہے مجھ میں دم
یہ نمود عالم رنگ و بو تیری کن کا یہی تو کمال ہے

میرے دل میں تو ہی ہے دل نشین تیرے آگے خم ہے میری جبین
ہے عودیت کا مجھے یقین تو خدائے لم یزال ہے

تیرے آگے روؤں میں زار زار تیری یاد میں ہے نہیں قرار
تیری واسطے ہے یہ بندگی تیری بندگی ہی سوال ہے

میری زندگی کا شمار کیا میرے سجدوں کا وقار کیا
تیری رحمتوں کا شمار ہو یہ تو ایک امر محال ہے

ہے یہ ذات زیبا تو پُرخطا تیرا رحم ہو اس پر خدا
تو رقیب ہے تو مجیب ہے ہو تیرا کرم یہ سوال ہے

ایک تو ایک تنہائی حیرت میں تماشائی

ایک تو ایک تنہائی حیرت میں تماشائی
درمیان کوئی نہیں تو اور تیرا شیدائی

اب کہاں تیرا ان کا ملن مل گیا اس کو اپنا صحن
گفتگو ہوگئی جاری لوٹ آئی ہے بینائی

چودہ کرن نورانی مل گئی راہ عرفانی
کن فیکون صدا آئی راز زیبا نعمائی

مشک و علم ہے کس کی نشانی نہ پوچھے

مشک و علم ہے کس کی نشانی نہ پوچھئے
کس طرح بہہ گیا تھا وہ پانی نہ پوچھئے

قمر بنی ہاشم وہ علمدار حسینی
کیونکر گرے تھے کٹ کے وہ شانے نہ پوچھئے

پیاسی رہی سکینہؑ تڑپتی رہی یونہی
بعد حسینؑ شام غریباں نہ پوچھئے

ہر ہر لمحہ دیتی تھی زینبؑ تسلیاں
بے چین کس قدر تھی سکینہؑ نہ پوچھئے

ہاتھوں پہ ننھی لاش بیمار بیڑیاں
زندان میں قبر بن گئی کیونکر نہ پوچھئے

زیباؔ تڑپ رہی تھی زینبؑ مزار پہ
کیا بھائی کو کہے گی بہن کچھ نہ پوچھئے

شبیر کا خون بہا کے کوئی شاد نہ رہا

کربل میں جا کے دیکھ تو عظمت حسینؑ کی
ہاں دشت نینوا میں ہے قدرت حسینؑ کی
نصرت حسینؑ کی ہے محبت حسینؑ کی
صحرائے کربلا میں ہے رحمت حسینؑ کی
ضریح کو چوم کر کوئی برباد نہ رہا

عاشور کی شب اور وہ آواز العطش
اللہ رے وہ تسبیح وہ تہلیل العطش
بچے نڈھال پیاس سے کہتے تھے العطش
سنتا تھا حر بھی خیمے سے صدائے العطش
قدموں پہ آ کے شاہ کے ناشاد نہ رہا
اللہ رے زینبؑ وہ بچوں کا سمٹنا

خون حق جب بہہ گیا سرخیاں باقی رہیں

خون حق جب بہہ گیا سرخیاں باقی رہیں
روضۂ شبیرؑ پہ نورانیاں باقی رہیں
شمع بن کر نور کی شعاعیں چمکتی ہیں حضور
شام غربت بیت گئی تجلیاں باقی رہیں
نینوا آغوش میں بس گئی بزم حسینؑ
اقرباء کے اشک بہے موتیاں باقی رہیں
لوریاں دے دے کے ماں بہلاتی تھی بے شیر کو
حلق اصغرؑ چھید گیا معصومیاں باقی رہیں
مشک سکینہؑ چھید گئی عباسؑ کے شانے کٹ گئے
شک و علم رہ گئے تشنگیاں باقی رہیں
تھے امام وقت سجّادؑ پاسباں جنت علیؑ
مائیں تڑپ کر رہ گئیں گودیاں باقی رہیں
بے ردا تھے خاک پر اہل حرم آل رسول
رن میں سناٹا تھا چھایا سسکیاں باقی رہیں
سر بلند نیزوں پہ تھے ظلم حد سے بڑھ گیا
بیکسی روتی رہی سیدانیاں باقی رہیں
دیکھ زیبا صبر زہرا آ گیا زینبؑ میں یوں
بھائی کے آنسو بہے مظلومیاں باقی رہیں

صحرا نشین ہے وہ محمدؐ کی آل ہے

صحرا نشین ہے وہ محمدؐ کی آل ہے
اب کربلا کی گود میں زہراؑ کا لال ہے

علیؑ نجف سے آئے نبیؐ مدینے سے
اب پیش رب حسینؑ کی شہادت سوال ہے

شبیرؑ کی زبان پہ تھا مسلمانوں اکبرؑ
اٹھارہ سال کا ہے نبیؐ کا جمال ہے

عباسؑ علمدار کا ہے ذکر حرم میں
رن میں غل مچا ہے علیؑ کا جلال ہے

سینے پہ سونے والی سکینہؑ کی تھی صدا
اب شام ہوئی بابا بیٹی نڈھال ہے

مرقد فاطمہؑ تلک زینبؑ کا صبر ہے
دیکھے گی مصلّے تو سنبھلنا محال ہے

زیباؔ قلم کو روک لے روتی ہیں فاطمہؑ
کرتا حسینؑ کا ہے لہو میں جو لال ہے

آغوش کربلا میں قرآن ناطق ہے

آغوش کربلا میں قرآن ناطقہ ہے
نزول ملائک مکن کربلا ہے

میدان کربلا میں بے گور و کفن لاشیں
مقتل تو ہی بتادے یہ آل مصطفیٰؐ ہے

مظلومیت کا عالم حمد و ثنا زبان پر
اے شام والو سن لو! صحفہ کاملہ ہے

بازو بندھے ہوئے ہیں سر بھی کھلا ہوا ہے
دربار میں یزید کے زینبؑ کا خطبہ ہے

شبیرؑ کا تصدق زیبا بھی رو رہی ہے
نام حسینؑ لب پر آنکھوں میں کربلا ہے

آغوش کربلا میں محمدؐ کے پیارے ہیں

آغوش کربلا میں محمدؐ کے پیارے ہیں
قرآن ناطق کے بکھرے یہ پارے ہیں

معمار دین کا تقاضہ شب عاشور
اے ظالمو! یہ بنت نبیؐ کے دلارے ہیں

اکبرؑ ہی اذان کیوں دے مولا کا عمل سمجھو
ہم شکل پیغمبر ہے امت بھی تو جانے ہیں

مقتل تو ہی بتادے عباسؑ باوفا کو
کٹے ہوئے شانے ہیں نہر کے کنارے ہیں

آواز استغاثہ لاشوں کا تڑپ جانا
مولا کے فدائی ہیں اللہ کے پیارے ہیں

کیا شان امامت ہے مظلومیت کا عالم
نیزے پہ سرلب پہ قرآن کے پارے ہیں

زیبا غم حسینؑ میں آنسو بہے جو دل سے
دامان فاطمہؑ میں جگہ وہ پاتے ہیں

بے چلا چاند میرا نیزہ پہ تشہیر کے ساتھ

آئی زہراؑ کی صدا سجدۂ شبیرؑ کے ساتھ
نقش اللہ لکھا لال نے تفسیر کے ساتھ

رن میں قرآن پہ قرآن پیش کرتا گیا
جھک گیا شکر کو سجدہ میں وہ تعمیر کے ساتھ

گود میں سر کو لیئے بیٹھی تھی رن میں ظالم
بے چلا چاند میرا نیزے پہ تشہیر کے ساتھ

میں صدا دیتی تھی بابا سنو خطبہ تو ذرا
روح علیؑ بھی تھی جب زینبؑ دلگیر کے ساتھ

اب شفاعت محمدؐ کرے کیونکر یارب
دل تڑپتا ہے سیرا دیکھ لے دل چیر کے ساتھ

بی بی زیبا کو بھی محشر میں دلائے گی صدا
پیش رب آتی ہیں زہراؑ سر شبیرؑ کے ساتھ

شکر خالق ہے کہ ایمان کا جلتا ہے چراغ

قلب مومن میں وفا بن کے یوں جلتا ہے چراغ
یاد مظلوم میں ہے غرق سلگتا ہے چراغ

شب عاشور حرم کا وہ سماں اللہ اللہ
دست مادر میں ہر ایک سنورتا ہے چراغ

شمع روشن تھی بجھادی یہ کہہ کے شہہ نے
جاؤ پروانے چلے جاؤ کہ بجھتا ہے چراغ

شام وہ شام غریباں وہ شام کا منظر
ڈوب کر حق میں مظلوم کا جلتا ہے چراغ

ہر عزاخانے میں روشن ہیں چراغیں دیکھو
شکر خالق ہے کہ ایمان کا جلتا ہے چراغ

شام غم تیری شفق ہے یا شہیدوں کا لہو
صبح اور شام یہی رنگ میں ڈھلتا ہے چراغ

زیبؔا شبیرؑ کا غم ہو سیر جن کو
اسے انوار کی سرکار سے ملتا ہے چراغ

شام کربلا میں صدا آئی تم کہاں ہو میرے ننھے بھائی

شام کربلا میں صدا آئی تم کہاں ہو میرے ننھے بھائی
کوزہ پانی کا ہمشیر پائی تم کہاں ہو میرے ننھے بھائی
للّٰہ شام غریباں تو دیکھو اپنی بہن کو صورت دکھاؤ
ڈونڈتی ہے یہ خواہر بتاؤ تم کہاں ہو میرے ننھے بھائی
بیکسی کیسی کیسا ہے یہ غم ہر سو آواز دیتی ہوں پہتم
کب ملیں گے خدارا اب ہم تم تم کہاں ہو میرے ننھے بھائی
جھولا خالی ہے روتی ہے مادر کیسے سمجھاؤں ماں کو برادر
ہوگئی اب تو مجبور خواہر تم کہاں ہو میرے ننھے بھائی
واری جاؤں گی بھیا تمہارے آؤ گودی میں گر تم ہمارے
دودھ کے میں پلاؤں گی پیالے تم کہاں ہو میرے ننھے بھائی
جانتی ہوں ہوئے سیراب تم دادا علیؑ ہیں کوثر پہ کیا غم
پھر بھی چین نہیں آتا ہمدم تم کہاں ہو میرے ننھے بھائی
صدقہ پوتی کا زہراؑ دلادو جام کوثر ہمیں بھی پلادو
ننھی خواہر کو آواز سنادو تم کہاں ہو میرے ننھے بھائی
سوئے مقتل زیباؔ نظر کر نوک نیزے پہ ہے سر اصغرؑ
کہہ رہی ہے سکینہؑ تڑپ کر تم کہاں ہو میرے ننھے بھائی

سلام لیجئے آقا سوگواروں کا سلام

سلام لیجئے آقا سو گواروں کا سلام
چھلکنے دیجئے آقا آنسوؤں کا جام

نوازا حق کے فرشتے پڑھے رہے ہیں درود
محمدؐ و آل محمدؐ پر ہم بیکسوں کا سلام

یاد کرتے ہیں روتے ہیں جو رن میں گزری
کربلا کی وہ سحر صابروں کا قیام

نواز دے میرے مالک مشت خاکی کو
در نیاز ہے کیا اور مرادوں کا مقام

زیباؔ انگشت اٹھا پڑھ زیارت اب تو
جانتے ہیں تیرے آقا زوادوں کا پیام

تاجدار اکمل الوداع شہنشاہ کربل الوداع

تاجدار اکمل الوداع شہنشاہ کربل الوداع
اے مکین مقتل الوداع الوداع الوداع

زینبؑ رو رہی تھی، بھائی کی قبر پر
کہتی تھی قید سے میں آئی ہوں چھوٹ کر

جاتی ہے آپ کی ہمشیرہ الوداع الوداع
اے مکین مقتل الوداع الوداع الوداع

لیلیٰ تڑپ رہی تھی اکبرؑ کی لحد پر
رباب کا نوحہ تھا ہائی میرے اصغرؑ

جاتی ہے خالی گود یہ مادر الوداع الوداع
اے مکین مقتل الوداع الوداع الوداع

مقتل میں بال کھولے فاطمہؑ بھی تھیں
زیبا تجھے خبر ہے ہے آج اربعین

رو رو کے دے تو پرسہ الوداع الوداع
اے مکین مقتل الوداع الوداع الوداع

سرکار دو جہاں تیری چوکھٹ پہ آؤں میں

سرکار دو جہاں تیری چوکھٹ پہ آؤں میں
آ کر در حضورؐ پہ دل کی سناؤں میں

جز آپ کے ہے کون میری التجا سنے
اللہ کے حبیبؐ ہو تم کو سناؤں میں

سنیے میرے سرکار میری آہ تو سنیے
کب تک یہ غم ہجراں کیا بتاؤں میں

یہ تو بتایئے کہ دہر میں کیا کروں
لگتا نہیں ہے دل میرا کیسے بہلاؤں میں

زیبا ہے دل کو زخم کے ناسور اس قدر
ایک ایک داغ نہاں ہے کیونکر بتاؤں میں

مشت خاکی کو میری کب زیارت ہوگی

مشت خاکی کو میری کب زیارت ہوگی
چشم حسرت کو میری کب بشارت ہوگی

ہم تڑپتے ہیں تیرے ہجر میں صبح مسا
جانے لبسمل کو میری کب راحت ہوگی

پڑھو احکام خدا کیا ہے شان خودی
بندۂ مومن کی پنجتن سے چناخت ہوگی

کھولو قرآن پڑھو مرضئ اللہ کیا ہے
سیدہ گر اگر راضی تو عنایت ہوگی

غرق عرفان ہی ہوتا بندگی اپنی
جستجو ہوگی ظاہر تو قیامت ہوگی

غَیبت کو سمجھنا ہو تو باب علی پہ چل

غَیبت کو سمجھنا ہو تو باب علیؑ پہ چل
نقش قدم کو جان لے غافل سنبھل کے چل

قائمؑ کا تصدق یا مولاؑ کا تصدق
جو بھی ملے گا صدقہ لے لیں گے چل کے چل

ایمان نہیں حاصل ناداں بغیر عرفان
دامن کو تھام لیں گے مولا علیؑ کے چل

اول بھی محمدؐ ہے آخر بھی محمدؐ ہے
نقش قدم چودہ گن لے تو گن کے چل

عرفان امامت ہے پروانۂ نجات
اللہ کی بارگاہ میں عرفان لے کے چل

مہدیؑ ہے نام جن کا قائم ہے جن سے دنیا
ساغر بٹ رہے ہیں اس میکدے کے چل

عیسیٰؑ بھی جھکائیں گے قدموں پہ سر جن کے
حاضر ہیں جلوہ گر میں سر کو جھکا کے چل

آنکھیں بھی منتظر ہیں دل بھی تڑپ رہا ہے
مجرم ہیں گنہگار ہیں کہہ دیں گے چل کے چل

نظریں اٹھا تو زیبا ہر سو زمان کا جلوہ
بڑھ کر سلام کر لے مجبود بن کے چل
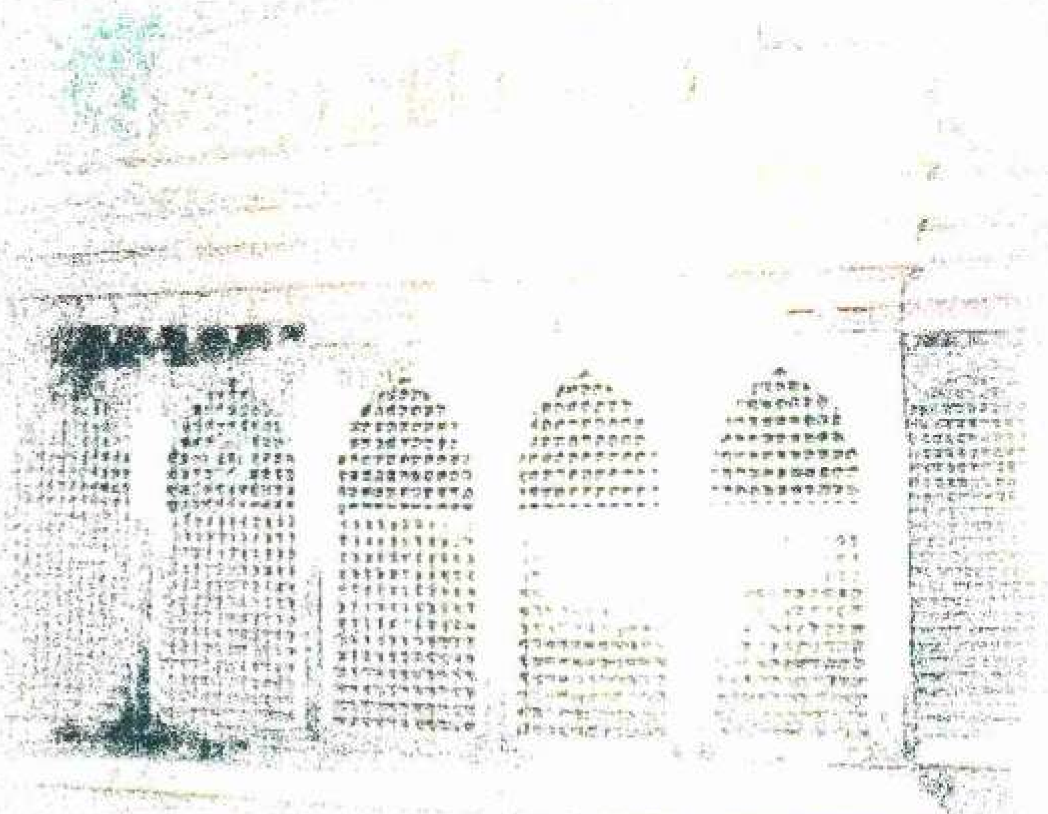
گر بیاں سرِّ شہادت کی تفسیر ہو جائے
مسلمانوں کا کعبہ روضۂ شبیرؑ ہو جائے